بین المذاہب عالمی اتحاد اسوۂ رسول ﷺ کی روشنی میں

٭ مسز بشریٰ بیگ

آپ ﷺ کی ذات بابرکات پر بے شمار درود و سلام ہوں، آپ ﷺ نے اپنے حلم، بردباری اور بے پایاں شفقت و برداشت سے دنیا کو امن کا خطہ بنا دیا۔ آپ ﷺ کی تعلیمات عالیہ اور لائے ہوئے نظام میں دنیا کی فلاح و بہبود پوشیدہ ہے۔ **لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ** (۱) دور جدید میں امن عالم مفقود ہے۔ اخوت، بے مثال ربط و ضبط، ایثار، قربانی اور برداشت و حلم کے جذبے مجروح ہو رہے ہیں، داغہائے غم اور چراغ سینہ کتنے ہیں۔

یہ جہان رنگ و بو جلوہ گاہ حیات ہے، زندگی کی بوقلموں رنگینیوں کے باعث یہ جہاں آباد ہے، گو نباتاتی اور حیوانی زندگی میں بھی رنگینیوں کے بڑے دلکش اور دلربا مینا بازار سجے ہوئے ہیں، لیکن انسانی زندگی میں جو رعنائیاں اور ندرت آفرینیاں ہیں، یہاں تخلیقی قوتوں کے جو سمندر موجزن ہیں وہ کسی دوسری جگہ نظر نہیں آتے، یہ انسان ہی ہے جس کو خلعت وجود بخشنے کے بعد اس کے خالق نے فرمایا کہ ”آپ (ﷺ) کو قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے لئے نمونہ بنایا گیا“۔ (۲) اس قدرت و طاقت والے نے عرش و فرش، کائنات کی لامتناہی پہنائیوں کو لفظ کن سے پیدا کیا۔ لیکن آدم خاکی کی آفرینش کا ذکر کیا تو فرمایا خلقتہ بیدی میں نے اسے اپنی قدرت کے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا ہے۔ علم اور عمل فکر اور تخلیق، تدبیر اور تعمیر کی جو بے پناہ صلاحیتیں اس پیکر خاکی میں ودیعت فرمائیں ان کا تذکرہ **نفخت فیہ من روحی** (۳) کے معنی خیز الفاظ سے کیا۔ یہی چیزیں نتیجہ ہیں سیرت پاک کے مطالعے کا، اور یہی چیزیں ہیں جو سیرت پاک کے

٭ ایم اے/ایم فل، اسلامک اسٹڈیز عالم عربی، فاضل عربی

مطالعے کی دعوت دیتی ہیں۔

عالمی اتحاد کی بنیاد

قل یاھل الکتب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ و لا نشرک بہ شیئا و لا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ۔(۴)

کہہ دو کہ اے اہل کتاب جو بات ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں (تسلیم کی گئی) ہے اس کی طرف آؤ، وہ یہ کہ خدا کے سوا ہم کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں اور ہم میں سے کوئی کسی کو خدا کے سوا اپنا کارساز نہ سمجھے)

یہ مشترکہ نکتہ جیسا کہ امام ابو بکر جصاصؒ احکام القرآن میں فرماتے ہیں، ہمارے اور تمہارے درمیان "عدل وانصاف" کا نکتہ ہے، ہم سب اس میں برابر ہیں، اس مشترک بات کی صحت اور درستگی پر انسانی عقل بھی گواہ ہے، کیونکہ تمام انسان اللہ کے بندے ہیں، کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ دوسرے سے اپنی بندگی کروائے، [illegible] یہ لازم نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی اطاعت کرے، سوائے اس کے کہ کسی اور کا حکم بھی اللہ ہی کی اطاعت کے لئے ہو۔

یہ بات دور حاضر کی زبان میں اس طرح کہی جاسکتی ہے کہ ایک اللہ کی حاکمیت غلامی اور بندگی میں آجانے کے بعد انسان اس ظلم سے نجات حاصل کرسکتا ہے جس کی غلامی کی زنجیر میں بڑی طاقتوں نے چھوٹے ممالک کو غاصب اقوام نے مظلوم قوموں کو اپنے ہی وطن اور ملک میں جکڑا ہوا ہے اور آمروں نے اپنی رعایا کو غلام بنایا ہوا ہے۔ یہ حقیقی آزادی اس وقت تک نہیں مل سکتی جب تک افراد اور قوموں کے درمیان تعلقات عادلانہ اور منصفانہ بنیادوں پر استوار نہیں ہوتے، قانونی نظام اور قانونی طریقے خواہ کتنے ہی کیوں نہ بدل جائیں، عدل وانصاف کا معیار اور کسوٹی ہمیشہ ایک ہی رہے گی، اس کسوٹی اور معیار پر ہر دور میں حسن نظم اور قوانین کو پرکھا جاتا رہے گا۔(۵)

شریعت اسلامیہ، جان، مال اور عزت وآبرو کی حرمت سے تعلق رکھنے والے قانون سازی کے ارفع اصولوں میں دیگر تمام آسمانی شریعتوں [illegible] رکھتی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قل تعالوا اتل ماحرم ربکم علیکم الاتشرکوا به شیئا وبالو الدین احسانا، ولا تقتلوا اولادکم من املاق نحن نرزقکم و ایاهم ولا تقربوا الفواحش ماظهر منها وما بطن، ولا تقتلوا النفس التی حرم الله الا بالحق، ذلکم و صاکم به لعلکم تتقون۔ (۶)

کہہ (لوگو) آؤ میں تمہیں وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جو تمہارے پروردگار نے تم پر حرام کی ہیں (ان کی نسبت اس نے اس طرح ارشاد فرمایا ہے) کہ کسی چیز کو خدا کا شریک نہ بنانا اور ماں باپ سے (بدسلوکی نہ کرنا بلکہ) حسن سلوک کرتے رہنا اور ناداری (کے اندیشے) سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرنا، کیونکہ تم کو اور ان کو ہم رزق دیتے ہیں اور بے حیائی کے کام ظاہر ہوں یا پوشیدہ ان کے پاس نہ بھٹکنا اور کسی جان کو جس کے قتل کو خدا نے حرام کر دیا ہے قتل نہ کرنا، مگر جائز طور پر (یعنی جس کا شریعت حکم دے) ان باتوں کا وہ تمہیں ارشاد فرماتا ہے تا کہ تم سمجھو۔

ولقد اتینا موسی تسع ایات بینات (۷)

اور ہم نے موسیٰ کو نو کھلی نشانیاں دیں۔

امام ترمذیؒ اور دیگر محدثین نے نقل کیا ہے کہ جب یہود نے ان نو آیات کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ یہ ہیں:

- **الاتشرکوا به شیئا** ”اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ“۔
- **ولا تسرقوا** ”اور چوری نہ کرو“۔
- **ولا تزنوا** ”اور زنا نہ کرو“۔
- **ولا تقتلوا النفس التی حرم الله الا بالحق** ”اور ناحق کسی انسان کو قتل نہ کرو“۔
- **ولا تمشو ببری الی ذی سلطان لیقتله** ”کسی بے گناہ کو قتل کے لئے حکمران کے پاس نہ لے جاؤ“۔
- **ولا تسحروا** ”اور مذاق نہ اڑاؤ“۔

- ولا تقذفوا المحصنات ''اور پاک دامن عورتوں پر تہمت نہ لگاؤ''۔
- ولا تلوا الا دبار عند الزحف ''اور میدان جنگ میں پیٹھ نہ پھیرو''۔
- وعلیکم خاصه یهود الا تعتدوا فی السبت ''اور اے یہود تمہیں بطور خاص حکم دیا جارہا ہے کہ ہفتہ کے دن میں حد سے نہ بڑھو''۔

یہ سن کران دو یہودیوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ اور پاؤں چومے اور کہا کہ ''ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نبی ہے۔(۸)

اسلام عالمی مذہب ہے اور سارے انسانوں کے لئے ہے

اسلام ایک عالمگیر پیغام ہے اور اس کے قوانین بھی عالمگیر ہیں اور اس کا عالمگیر ہونا اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے، لیکن مشروط ہے۔قرآن مجید میں ہیں:

قل یا ایها الناس انی رسول الله الیکم جمیعاً الذی له ملک السموات والارض لا اله الا هو یحیی ویمیت امنوا بالله ورسوله النبی الامی الذی یومن بالله و کلماته واتبعوه لعلکم تهتدون۔(۹)

(اے محمد ﷺ) کہہ دو لوگو! میں تم سب کی طرف خدا کا بھیجا ہوا (یعنی اس کا رسول) ہوں، جو آسمانوں اور زمین کا بادشاہ ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی زندگی بخشتا اور موت دیتا ہے، تو خدا پر اور اس کے پیغمبر رسول امی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر، جو خدا پر اور اس کے تمام کلام پر ایمان رکھتے ہیں، ایمان لاؤ اور ان کی پیروی کرو تا کہ ہدایت پاؤ۔

وما ارسلنک الا کافة للناس بشیراً و نذیرا۔(۱۰)

اور (اے محمد ﷺ) ہم نے تمہیں تمام لوگوں کے لئے خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

قرآن اسلام کے عالمگیر قوانین اور احکام کے بارے میں کہتا ہے:

هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ و دین الحق لیظهره علی الدین کله ولو کره المشرکون۔(۱۱)

وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اس (دین) کو (دنیا کے) تمام دینوں پر غالب کردے اگرچہ کافر ناخوش ہی ہوں۔

ادیان و مذاہب کا تعارف اور ان میں تاریخی اتحاد

مذہب کی تعریف

دنیا میں اصولوں اور نظریات کی اتنی کثرت ہے کہ کسی ایک تعریف پر اکتفا کرنا مشکل ہے۔ جملہ تعریفات کے پیش نظر یہ کہا جاسکتا ہے "مذہب نام ہے دل و دماغ کی گہرائی سے کسی کی پیروی کرنا اس یقین کے ساتھ کہ یہ اس کی دنیاوی و اخروی کامیابی کا راستہ ہے"۔ یعنی مذہب ایک داخلی اور کشفی تجزیہ کے ذریعہ زندگی کے ایک واحد حل کی طرف انسان کی رہنمائی کرتا ہے جس کی بنیاد اس عقیدہ پر ہوتی ہے کہ اعلیٰ ترین تخلیقی قوت موجود ہے جو پہلے سے سوچے سمجھے ایک نظام کے مطابق جو انسانی فہم سے بالاتر ہے کائنات پر حکمراں ہے، یہ نظریہ لازمی طور پر انسان کو ان حقائق اور زندگی کے ان پہلوؤں کی چھان بین کرنے سے مانع نہیں جو اپنے آپ کو بیرونی مشاہدہ کے لئے پیش کریں۔ خارجی (سائینٹفک) اور داخلی (مذہبی) مشاہدہ اور ادراک میں دراصل کوئی حقیقی تضاد اور مغائرت نہیں، لیکن دراصل دوسرا طریقہ یعنی مذہب ہی وہ ظنی امکان ہے جس سے یہ سمجھا جاسکے کہ تمام زندگی دراصل اپنی ماہیت اور حرکی قوت کے اعتبار سے ایک ہی ہے، یا مختصر الفاظ میں یہ کہ حیات ایک متوازان اور ہم آہنگ کلیت ہے "ہم آہنگ" کا لفظ جو بری طرح غلط استعمال ہوتا رہا ہے، اس سلسلے میں بہت اہم ہے چونکہ اس کا مقتضٰی یہ ہے کہ اس کا رجحان خود انسان میں موجود ہو، مذہبی انسان اس بات کو جانتا ہے کہ جو کچھ اس کے ساتھ پیش آتا ہے یا جو اس کے اندر وقوع پذیر ہوتا ہے وہ بے شعور اور بے مقصد قوتوں کے اندھے کھیل کا نتیجہ ہرگز نہیں ہے، وہ ایمان رکھتا ہے کہ یہ صرف اللہ تعالیٰ کے شعوری ارادے یا مشیت کا نتیجہ ہے اور اس لئے یہ کائناتی نظام کا ایک جز ولاینفک ہے اس طرح انسان اس قابل ہو جاتا ہے کہ وہ اس شدید تضاد کی گتھی کو سلجھا سکے جو انسان اور خارجی عالم کے حقائق و مظاہر میں پایا جاتا ہے جن کو فطرت کہتے ہیں یا دوسرے لفظوں

میں جن کو ''انفس'' اور'' آفاق'' کہا جاتا ہے، انسان اپنے نظام کی تمام پیچیدگیوں کے ساتھ، اپنی تمام خواہشات، خطبات، محسوسات اور ظنی غیر یقینیوں کے ساتھ اپنے آپ کو فطرت کے بالمقابل پاتا ہے، جس میں فیاضی اور سختی، خطرہ اور تحفظ، ایک حیرت انگریز اور نا قابل فہم طریقہ سے ملے جلے ہوتے ہیں اور بظاہر جس طرح وہ کام کرر ہے ہیں وہ انسانی ذہن کے طریقوں اور نظام سے بالکل مختلف ہیں، اس تضاد کو خالص عقلی فلسفہ یا تجزیاتی علم کبھی حل نہیں کر سکا، یہی وہ مقام ہے جہاں مذہب ہماری رہبری کرتا ہے۔

مذہب انسان اور فطرت کو ایک رشتہ میں منسلک کر دیتا ہے: مذہبی مشاہدہ اور تجربہ کی روشنی میں باشعور انسانی انا اور گم سم اور بظاہر غیر ذمہ دار فطرت ایک روحانی ہم آہنگی کے رشتہ میں مربوط ہو جاتے ہیں چونکہ انسان کا انفرادی شعور اور فطرت جو اس کو گھیرے ہوئے ہے اور جو خود اس کے اندر موجود ہے ایک ہی تخلیقی ارادے کے دو باہمی مربوط، گو مختلف، مظاہر ہیں اس لئے وہ اہم فائدہ جو مذہب انسان کو بخشتا ہے یہ ادراک ہے کہ وہ تخلیق کے ابدی نظام میں ایک سوچی سمجھی وحدت ہے اور اس کی یہ حیثیت ہمیشہ قائم رہے گی، یعنی وہ تقدیر کائنات کے لامحدود نظام کا ایک مخصوص جزو رہے گا، اس نظریہ کا نفسیاتی نتیجہ روحانی تحفظ کے اس گہرے احساس کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے جو صحیح معنوں میں ایک مذہبی انسان کو غیر مذہبی انسان سے متمیز کرتا ہے، چاہے اس کا کوئی بھی مذہب ہو۔(۱۲)

دین کا معنی ومفہوم: عربی زبان کی یہ خصوصیت ہے کہ مادے کے اصل معنی کسی نہ کسی شکل و صورت میں اس کے مشتقات فعلیہ اور اسمیہ دونوں میں باقی رہتے ہیں، اسی لئے باعتبار لغت دین کے معنی غلبہ واقتدار، حکمرانی وفرماں روائی، ملت ومذہب، دوسرے کو اطاعت پر مجبور کرنا وغیرہ کے ہیں، مثلاً عربی میں استعمال ہوتا ہے دان الناس ای قهر هم علی الطاعة ''یعنی لوگوں کو اطاعت پر مجبور کیا'' دین کے لغوی معنی شریعت، طریقہ، راستہ اور رسم ورواج کے بھی ہیں، اور حج والی حدیث میں ہے:

کانت قریش ومن دان بدینهم ای اتبعهم فی دینهم و وا فقهم علیه و

اتخذ دینھم له دینا و عبادة۔ (۱۳)

اور وہ لوگ جو ان کے مسلک کے پیروکار تھے، یعنی انہوں نے قریش کی متابعت وموافقت کی تھی اور ان کے دین کو بطور اپنا دین وعبادت اپنایا تھا۔

قرآن مجید میں بعض جگہ لفظ دین نظام زندگی کے معنی میں استعمال ہوا ہے، یعنی ایسا نظام جس کے تحت انسان اللہ تعالیٰ کو قادر مطلق اور مالک ومختار تسلیم کرتا ہے، اس کا مطیع وفرمانبردار بندہ بن جاتا ہے، اس کی ہدایات کا پابند ہو جاتا ہے، گویا حکم عدولی اور نافرمانی کی صورت میں ہر مومن سزاوار قرار پاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا حاصل کر لینے کی صورت میں وہ مستحق انعام ٹھہرایا جاتا ہے۔

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم ادیان سابقہ اور دین اسلام کے مابین اشتراک و مساوات کے چند پہلوؤں کا تذکرہ کریں تا کہ ایک طرف لغوی معنی اور اصطلاحی مفہوم کا باہم دگر ربط وتعلق واضح ہو جائے اور دوسری طرف دوام کا تقاضا بھی پورا ہو جائے، بدلحاظ لفظ دوام زمانے سے متعلق ہے اور زمانہ تین حصوں میں منقسم ہے، ماضی، حال اور مستقبل، زمانہ حال تو جاری و ساری ہے اور مستقبل کی ضمانت بہ سبب تکمیل دین وبصورت ختم نبوت موجود ہے، تاہم دوام کے نقطۂ نظر سے ماضی کا معاملہ بھی مبہم اور نامعلوم نہیں ہے، کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اس نے تمہارے لئے دین کا وہی راستہ مقرر کیا جس (کے اختیار کرنے) کا نوح کو حکم دیا تھا اور جس کی (اے محمد) ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی ہے اور جس کا ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا تھا (وہ یہ) کہ دین کو قائم رکھنا اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالنا، جس چیز کی طرف تم مشرکوں کو بلاتے ہو وہ ان کو دشوار گزرتی ہے، اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی بارگاہ کا برگزیدہ کر لیتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرے اسے اپنی طرف سیدھا راستہ دکھا دیتا ہے۔ (۱۴)

دین اسلام جو امت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے مشروع کیا گیا ہے، یہ کوئی نئی چیز نہیں ہے، حقیقتاً یہ سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کا ہی دین ہے کیونکہ حق (دین خداوندی) ہمیشہ ایک ہی رہا ہے، وہ کوئی تبدیل ہونے والی شے نہیں ہے، اہل کتاب جو دین اسلام کو ادیان سابقہ سے

مماثل اور مشابہ قرار دینے میں حیل و حجت سے کام لے رہے تھے اور اجنبیت برت رہے تھے، دراصل وہ اپنی ناراضگی اور دشمنی کا اظہار کر رہے تھے، چنانچہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (دین اسلام کی تعیین کی خاطر) ایک سیدھی لکیر کھینچ کر فرمایا کہ یہی لکیر سبیل الرشاد ہے، تو پھر اس لکیر کے اردگرد دائیں بائیں چند لکیریں کھینچیں اور ارشاد فرمایا کہ یہ سب راستے شیطانی راستے ہیں، جن کی طرف شیطان ملعون ہر وقت دعوت دیتا رہتا ہے، پھر قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ ہذا صراطی مستقیما فاتبعوہ ''یہی واحد لکیر میرا سچا اور سیدھا راستہ ہے پس اس کی پیروی کرو'' تلاوت فرمائی۔ دین اسلام کی مماثلت کی وجہ یہ ہے کہ ادیان سابقہ میں بھی اللہ تعالیٰ پر ایمان اس کی صفات الٰہیہ کا اقرار، سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کی نبوت و رسالت کی شہادت، آسمانی کتابوں اور فرشتوں پر یقین، اور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے پر ایمان والے عقائد موجود تھے، نیز ان انبیاء کرام علیہم السلام کی شریعتوں میں بھی ایسے ہی اوامر و نواہی موجود تھے، اس وضاحت کے پیش نظر ہم کہہ سکتے ہیں کہ دین اسلام ایک طرف سے ادیان سابقہ کی جامع اور تکمیلی شکل ہے، اگرچہ بعض عملی احکام میں کسی نہ کسی نوعیت کے فرق و تفاوت کی بھی نشاندہی ہوتی ہے، جس کی طرف قرآن مجید نے بھی اشارہ کیا ہے۔

''ہم نے تم میں سے ہر ایک (فرقے) کے لئے ایک دستوار اور طریقہ مقرر کیا ہے'' (۱۵)

لیکن اس سے اختلاف ادیان لازم نہیں آتا، جیسے فروع و جزئیات میں اختلاف تفریق دین نہیں کہلاتا، کیونکہ تمام ادیان سابقہ بشمول دین اسلام کا مقصد وحید اللہ تعالیٰ کے اوامر کا امتثال اور اس کی نواہی سے اجتناب ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس فعل کے کرنے کا حکم دیں اس کو بے چوں و چرا فوراً بجالاؤ اور تعصب و عناد یا خواہشات نفس کی پیروی کرتے ہوئے اس کی بجا آوری میں لیت و لعل سے کام نہ لو''۔ نیز اس سلسلے میں میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول یہ ہے کہ ''تفرقہ، جدائی اور نااتفاقی نہیں ہونی چاہئے کیونکہ اتحاد و اتفاق باعث رحمت ہے اور جدائی اور پھوٹ باعث زحمت و مصیبت۔ (۱۶)

صاحب تفسیر علامہ قرطبی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو وہی

دین دیا گیا ہے، جو دین (توحید، رسالت، صلوٰۃ، زکوٰۃ، روزے اور حج، سچائی و راست بازی، ایفائے عہد، امانت میں دیانت، صلہ رحمی، حرمت کفر وقتل، حرمت زنا اور مخلوق خدا کی ایذاء رسانی اور دلآزاری حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیا گیا تھا۔(۱۷)

امام فخر الدین الرازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اس آیت شریفہ سے پتہ چلتا ہے کہ ہر رسول کی شریعت دو حصوں میں منقسم ہوتی ہے، ایک حصہ وہ ہوتا ہے جو نا قابل منسوخ اور نا قابل تغیر ہوتا ہے، مثلاً امور خیریہ، صدق وصفا، عدل و انصاف اور احسان وتشکر اور امور قبیحہ، دروغ گوئی، ظلم وستم، ایذا رسانی اور دلازاری شامل ہیں، دوسرا حصہ وہ ہے جس میں تبدیلی ومنسوخی رونما ہوتی رہی ہے اور احکام شریعت متفاوت اور متفرق رہے یا جن میں کمی وبیشی واقع ہوئی تھی، دین اسلام دیگر ادیان سماویہ سے مختلف اور علیحدہ کیسے ہو سکتے ہیں، جبکہ تمام انسانوں کی طبیعتیں اور فطرتیں یکساں رہی ہیں اور یہ سارے ادیان تنزیل من اللہ ہیں۔(۱۸)

حضور علیہ الصلوٰۃ السلام نے بھی دین اسلام اور ادیان سابقہ کے مابین تسلسل یگانگت کی نشاندہی فرمائی ہے، ارشاد رسالت مآب ہے:

عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انا اولیٰ الناس بعسییٰ بن مریم فی الدنیا و الآخرة، الانبیاء اخوة لعلات امهاتهم شتیٰ و دینهم واحد (۱۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلیم نے فرمایا کہ دنیا و آخرت میں تمام لوگوں کی بہ نسبت حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے زیادہ قریب ہوں، ویسے بھی تمام انبیاء علاتی بھائی ہیں، اگر چہ ان کی مائیں مختلف ہیں۔ لیکن ان کا دین ایک ہی ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے:

عن جابر بن عبد الله قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انما مثل و مثل الانبیاء کرجل بنی دارا فاکملها و احسنها الا موضع لبنة فجعل الناس

یدخلو نھا و یتعجبون منھا و یقولون لولا موضع اللبنۃ (۲۰)

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بلاشبہ میری مثال اور انبیاء سابقین کی مثال اس شخص کی مانند ہے کہ جس نے ایک گھر تعمیر کیا، ماسوائے ایک تکمیلی اینٹ نصب کرنے کے اس کو (بہترین طریقہ سے) مکمل کیا اور (خوبصورت انداز سے) اس کی آرائش وتزئین کی، بعدازاں لوگ اس کو دیکھنے کی غرض سے آنے شروع ہو گئے اور اس کا فن تعمیر دیکھ کر بڑے حیران اور متعجب ہوئے، اور یہ کہنے پر مجبور ہوئے، کاش اس ایک اینٹ کا خلاء بھی باقی نہ ہوتا۔

عالمی ادیان و مذاہب میں کلمہ سواء (اللہ) کی تحقیق

اکثر الہامی وغیرہ الہامی مذاہب میں کسی نہ کسی درجہ میں عظیم ترین ہستی اور خالق و مالک کا تصور صحیح یا بگڑی ہوئی شکل میں موجود ہے۔

مفردات امام راغب میں اَلَـهَ یَألَه اذا تحیر یرید اذا وقع العبد فی عظمت اللہ وجلالہ، وقیل فی اسم الباری سبحانہ انہ ماخوذ من الہ یا الہ اذا تحیر، لان العقول تالہ فی عظمتہ ،(۲۱) یعنی لفظ اَلِہَ کی اصل حیران ہونا ہے۔اس سے وہ کیفیت مراد ہے جو اللہ کے عظمت وجلال کے احساس سے بندے کے اندر پیدا ہوتی ہے، لفظ اللہ اسی الـــٰـہ سے (الف لام تعریف داخل کر کے) بنا ہے، کیونکہ عقلیں اس کے تصور سے حیرانگی میں پڑ جاتی ہیں۔

''الہٰ'' سے مراد وہ ہستی ہے جو حیران کن حد تک عظیم ہو، جس کے کمالات کو سوچ کر آدمی حیرت واستعجاب میں غرق ہو جائے، اسی سے تقدس کا عقیدہ پیدا ہوتا ہے، تقدس سے مراد کسی چیز کی وہ پراسرار صفت ہے جو اس کو ناقابل فہم اور ناقابل ادراک حد تک بلند اور برتر بنا دیتی ہے ''الہٰ'' وہ ہے جو مطلق طور پر مقدس ہو، جس کے آگے آدمی اپنی پوری ہستی کے ساتھ جھک جائے، جو ہر قسم کے تصرف اور تغلب سے ماوراء ہو۔

اس معنی میں صرف ایک اللہ ہی الہٰ ہے، اس کے سوا نہ کوئی الہٰ ہے اور نہ کسی بھی درجہ میں

اس کے ساتھ الوہیت میں کوئی شریک ہے، حقیقی الہٰ کو الہ ماننا تمام بھلائیوں کا سرچشمہ ہے اور غیر حقیقی الہٰ کو الہ ماننا تمام برائیوں کیا سرچشمہ۔ اور تمام خرابیوں کی جڑ ہے، غیر مقدس کو مقدس ماننا تمام برائیوں کی جڑ ہے، یہی وہ چیز ہے جس کو دینی اصطلاح میں شرک کہا جاتا ہے، شرک کو قرآن میں ظلم عظیم (۲۲) کہا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف بہت سے خوبصورت نام منسوب ہیں، قرآن کہتا ہے:

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيًّامَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى (۲۳)

اے نبی (ﷺ) ان سے کہو اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر، جس نام سے بھی پکارو اس کے لئے اچھے ہی نام ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے خوبصورت ناموں کے متعلق اسی طرح کے پیغامات قرآن مجید کی ان آیات میں بھی دہرائے گئے ہیں۔ (۲۴)

قرآن عظیم، اللہ تعالیٰ کی جو صفات یا خاصیتیں بیان کرتا ہے وہ ۹۹ سے کم نہیں ہے جبکہ اللہ کا لفظ سب سے اعلیٰ اور بلند نام ہے، قرآن عظیم اللہ تعالیٰ کے لئے جو نام استعمال کرتا ہے ان میں "الرحمٰن، الرحیم اور الحکیم بہت سے ناموں میں سے چند ہیں، آپ اللہ تعالیٰ کو کسی بھی صفاتی نام سے پکار سکتے ہیں مگر وہ خوبصورت ہونا چاہئے اور اس میں کوئی تجسیم کا پہلو نہیں ہونا چاہئے۔

خدا کی ہر صفت یکتا اور اسی کے لئے مخصوص ہے

خدا صرف بالکل انوکھی اور یکتا صفات رکھتا ہے بلکہ خدا کی ہر صفت اور خاصیت اس کی شناخت کے لئے کافی ہے۔

ڈاکٹر ذاکر نائک کہ صفاتی نام کی وضاحت کے لئے نیل آرمسٹرانگ کی مثال دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ نیل آرمسٹرانگ امریکی ہے، یہ آرمسٹرانگ کے امریکی ہونے کی خاصیت درست تو ہے مگر اس کی اصل شناخت کے لئے کافی نہیں، ساتھ ساتھ نیل آرمسٹرانگ خلا نورد بھی ہے، اسی لئے کسی منفرد اور یکتا شخص کی شناخت کے لئے اس کی خاصیت بھی یکتا ہی ہونی

چاہئے، مثلاً نیل آرمسٹرانگ وہ پہلا شخص تھا جس نے چاند پر قدم رکھا تھا، تو اگر کوئی یہ کہے کہ کس شخص نے سب سے پہلا قدم رکھا تو اس کا جواب ہوگا "نیل آرمسٹرانگ" اللہ رب العزت کی صفات کو بھی یکتا اور منفرد ہونا چاہئے، مثلاً کائنات کا خالق، اگر میں یہ کہوں کہ وہ عمارت کا خالق بھی ہے تو یہ ممکن بھی ہے اور سچ بھی مگر یہ کوئی انوکھی صفت نہیں ہے، ہزاروں دوسرے لوگ بھی عمارتیں بناتے ہیں اور یوں خدا اور انسان کے درمیان کوئی فرق نہیں رہتا، اسی لئے اللہ کی صفات بھی منفرد ہیں جو کسی بھی اور شے کو بیان نہیں کرتیں سوائے اللہ رب العزت کے۔ مثال کے طور پر الرحمن (سب سے زیادہ رحم کرنے والا)، الرحیم (سب سے زیادہ مہربان)، الحکیم (سب سے زیادہ دانا) تو اگر کوئی سوال کرے کہ "الرحیم" کون ہے تو اس کا صرف ایک ہی جواب ہوگا اللہ رب العزت۔

خدا کی ایک صفت دوسری صفت کو رد نہیں کرتی

ہم سمجھنے کے لئے دوبارہ نیل آرمسٹرانگ کی مثال دیکھتے ہیں، اگر کوئی یہ کہے کہ نیل آرمسٹرانگ امریکی خلانورد ہے اور صرف چار فٹ لمبا ہے تو پہلی خاصیت (امریکی خلانورد) تو درست ہوگی مگر اس سے وابستہ دوسری خاصیت) (کہ وہ صرف چار فٹ لمبا ہے) یہ بات غلط ہوگی، اسی طرح کوئی یہ کہے کہ (خدا کائنات کا خالق ہے) درست ہے مگر دوسری بات (انسانی جسم میں ہونا) بالکل غلط اور جھوٹ ہے۔

تمام صفات ایک ہی خدائے واحد کے لئے ہیں

چونکہ خدا صرف ایک ہے تو یہ ضروری ہے کہ تمام خاصیتیں صرف ایک خدا اور اسی خدا کو بیان کریں، نیل آرمسٹرانگ کا بیان کرتے ہوئے یہ کہنا غلط ہوگا کہ اس (نیل آرمسٹرانگ) نے چاند پر پہلا قدم رکھا اور دوسرا ایڈون آلڈرن تھا، دونوں کی صفات جدا جدا ہیں، یہ کہنا ایسا ہی ہے جیسا کہ خالق ایک خدا ہوا اور پالنے پوسنے والا خدا دوسرا، کیونکہ ایک واحد اور یکتا خدا ہی مجموعی طور پر ان تمام صفات کا مالک ہے۔ (۲۵)

مسلمان انگریزی لفظ "God" کے بجائے لفظ اللہ کو ترجیح دیتے ہیں، عربی میں یہ نام ''اللہ'' خالص اور یکتا ہے، جب کہ انگریزی لفظ "God" اس کی جگہ نہیں لے سکتا کیونکہ انگریزی لفظ میں تاویل کی گنجائش زیادہ ہے۔

اگر آپ لفظ "God" کے آخر میں S کا اضافہ کردیں تو یہ "Gods" بن جائے گا، یعنی خدا کی جمع، اس کے مقابلے میں لفظ اللہ ایک اور واحد ہے اور اسے جمع کے صیغے کے لئے بھی استعمال کیا جاسکتا ہے، اب اگر آپ "God" کے لفظ کے آگے "Dess" کا اضافہ کردیں تو یہ "Goddess" ہو جائے گا جس کا مطلب ہے خدا کی مؤنث یا مادہ، جبکہ مذکر اللہ (Male Allah) اور مؤنث (Female Allah) جیسی کوئی شے نہیں ہے، اسی طرح انگریزی لفظ "God" میں Tin کا سابقہ لگا دیا جائے تو یہ Tin-God بن جائے گا جس کے معنی ''جعلی خدا'' کے ہیں، تو لفظ ''اللہ'' نہایت منفرد اور یکتا لفظ ہے جسے بولتے وقت کوئی تصویر ذہن میں نہیں آتی اور اس لفظ کو ادل بدل کر اس سے کھیلا بھی نہیں جاسکتا، اسی طرح مسلمان لفظ اللہ کہنے کو ہی ترجیح دیتے، تاہم کبھی کبھار وہ غیر مسلموں سے بات کرتے ہوئے God کا لفظ کہہ دیتے ہیں جو کہ بہت موزوں لفظ نہیں ہے۔

ہندو مذہب میں لفظ ''اللہ'' کی تحقیق

مولانا شمس نوید عثمانی لکھتے ہیں:

اسم ذات اللہ ہی ہے، اللہ کے نام کا یہ لفظ جو ال +اِلہٰ ہے ہمیں معمولی صوتی تبدیلیوں کے ساتھ آج بھی قریب قریب ہر مذہب میں ملتا ہے، (۲۶)

(مولانا عبید اللہ سندھیؒ کی تحقیق یہ ہے کہ تبت کا مرکز شہر لاسہ دراصل لاہ سہ ہے، یعنی بیت اللہ یہ شہر آرین اقوام کی مذہبی تہذیب کا قدیمی مرکز ہے، فرماتے ہیں ہم نے جب یہ خیال مولانا حمید الدینؒ (فراہی) سے ظاہر کیا تو فرمانے لگے کہ خدا تعالیٰ کے نام کا یہ مادہ دنیائے مذاہب کا قدیم ترین لفظ معلوم ہوتا ہے، جو تمام مذاہب میں معمولی اختلاف سے مستعمل ہے۔ (۲۷)

چنانچہ ایل، ایلیا، الوہ الوہیم، الہ [illegible] ایک ہی مادہ کے الفاظ ہیں جو

معبود کے معنی میں مختلف مذاہب میں ہمیں ملتے ہیں، مولانا ابوالکلام آزادمرحوم نے بھی اس کی تائید کی ہے۔

ان تمام قوموں میں ایک ان دیکھے خدا کی ہستی کا اعتقاد موجود تھا اور وہ ''ال، الاہ'' یا اللہ کے نام سے پکارا جاتا تھا، یہی ''الاہ'' ہے جس نے کہیں ''ایل'' کی صورت اختیار کی، کہیں الوہ کی اور کہیں الاہیا کی۔(۲۸)

پنڈت سندر لال اپنی کتاب گیتا اور قرآن میں لکھتے ہیں کہ قرآن سب سے بڑی ہستی کو اللہ کے نام سے موسوم کرتا ہے، رگ وید میں ایشور کے لئے جو نام استعمال ہوئے ہیں ان میں سے ایک الا ہے جس کا بنیادی مادہ ال یا ایک ہے اور جس کے معنی ہیں حمد وثنا کرنا، پرستش کرنا، تقریباً چھ ہزار سال پہلے سمیری زبان میں ایل کا لفظ خدا کے لئے تھا۔

سمیرین شہر بابلون کا لفظ حقیقتاً باب ایل تھا، یعنی خدا کا دروازہ یہی وہ لفظ تھا جس کے ذریعہ اس کی کسی نہ کسی شکل میں عبرانی، سریانی اور کلدانی زبانوں میں خدا کی ہستی مراد ہوتی تھی، عام شکل ایلیا، الوہ تھی، یہ بالکل کھلی ہوئی بات ہے کہ رگ وید کے دور سے دورِ حاضر تک اللہ کا لفظ کسی نہ کسی شکل میں خدا کے لئے استعمال ہوتا آیا ہے۔(۲۹)

آریہ سماج عربی دان سنسکرت کے عالم شری گنگا پرشاد آپادھیائے رقمطراز ہیں کہ ''ہم نہیں جانتے کہ حضرت آدمؑ جن کو اہل اسلام سب سے پہلا انسان تسلیم کرتے ہیں، کون سی زبان بولتے تھے اور خدا کے لئے کس لفظ کو استعمال کرتے تھے، ہر ایک قابل پرستش شے کو الہٰ کہتے ہیں صرف ال لگا کر اللہ ایک واحد ذات کے لئے مخصوص ہوگیا ہے، رگ وید میں جو لاکھوں سال پہلی کتاب مانی جاتی ہے خدا کے لئے ''ایلیہ'' کا لفظ استعمال ہوتا ہے، ایلیہ کے لغوی معنی ہیں قابل پرستش ہستی، وید میں یہ لفظ اللہ کی ذات کے لئے مخصوص طور پر استعمال ہوا ہے، وید منتر (۱۔۱۔۲) کے صاف معنی یہ ہیں، اللہ، تو نئے اور پرانے، چھوٹے اور بڑے سبھی لوگوں کے لئے قابل پرستش ہے، تجھے علم والے ہی سمجھ سکتے ہیں۔(۳۰)

رحمان اور رحیم بھی......

اللہ کے اسم ذات کی یکسانیت کے بعد اس کے پہلے اسم صفت الرحمٰن (ال+رحمان یعنی وہ مخصوص رحمان) کو دیکھیں، برہمن ازم نے عیسائیوں کی تثلیث کی طرح اللہ کی ذات کو تین ٹکڑوں میں تقسیم کردیا، برہما (پیدا کرنے والا خدا) وشنو (پالنے والا خدا) رشیو (مارنے والا خدا) حالانکہ ویدوں میں یہ واضح تعلیمات ہیں کہ ایک ہی خدا پیدا کرتا، پالتا اور موت دیتا ہے، ان تینوں کا جب نام لیا جاتا ہے تو اس سے پہلے برہما ہی کا نام لیا جاتا ہے، اس لفظ برہما یا برہم پر غور کریں، سنسکرت زبان کا یہ قاعدہ ہے کہ لفظ کے آخر میں اکثر ایک نقطہ (٠) اوپر کی طرف لگایا جاتا ہے جو "م" اور "ن" کی آواز دیتا ہے، یہ ایسے ہی ہے جیسے انگریزی میں اکثر ناموں کے آخر میں A لگا دیتے ہیں اور اشوک کو اشوکا رام کو راما بولتے ہیں، سنسکرتمیں برہما کے آگے نقطہ (٠) یا ن لگانے سے برہمان کی آواز بنتی ہے، اس لفظ کو جب سنسکرت میں لکھا جائے گا تو یہ برہمان یا رحمان یا ال رحمان، کے مترادف لفظ ہوگا، رحم کی صفت کے اظہار کی شروعات پیدا کرنے ہی سے ہوتی ہے، اس لئے پیدا کرنے والے خدا کو ہندو مذہب میں برہمان (الرحمان) اور براہیم (الرحیم) پکارا جاتا ہے، نیز جیسے رحمان اسلام میں خدا کا ذاتی نہیں صفاتی اسم اعظم ہے، ہندومت میں بھی "برہمان" سگن یعنی صفاتی نام ہے۔

عیسائی مذہب میں لفظ اللہ کی تحقیق

یہاں یہ بھی یاد کرتے چلیں کہ اہل عرب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے رحمان نام سے بہت چڑتے تھے اور اسے دوسرے مذاہب کا خدا سمجھتے تھے، دوسرے مذاہب میں ہندو مذہب میں تو یہ لفظ خدا کے لئے استعمال ہوتا ہی تھا، عیسائیوں کے یہاں بھی خدا کے لئے رحمان کا لفظ موجود تھا، اس کا ثبوت یہ ہے یمن میں عیسائیوں کے یہاں بھی خدا کے لئے رحمان کا لفظ موجود تھا، اس کا ثبوت یمن میں عیسائیوں کے کتبوں پر لکھے ہوئے الفاظ ہیں رحمان، مسیح اور روح القدس کی قدرت وفضل ورحمت سے اس یادگاری پتھر پر ابرہہ نے کتبہ لکھا جو کہ بادشاہ حبش کا نائب الحکومت

ہے۔(۳۱)

اس طرح ہم نے دیکھا کہ دین کا نام ان دونوں مذاہب میں بھی ایک ہی ہے اور دین پر عمل کرنے کا جس ہستی نے حکم دیا اور اس کا نام بھی اصلاً دونوں کے یہاں ایک ہی ہے، زبان، لہجے اور سب سے بڑھ کر فہم اور سمجھ کا فرق ہو گیا ہے۔

عالمی (الہامی) مذاہب کے داعی ایک ہی درخت کی شاخ ہیں

آپ ﷺ کی حضرت اسحاق علیہ السلام سے مماثلث واتحاد: خانوادۂ ابراہیم کا ایک اہم شعار ختنہ ہے، جب اللہ تعالیٰ کی طرف اس کا حکم آیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۹۹ سال، حضرت اسماعیل علیہ السلام ۱۳؍سال اور حضرت اسحاق علیہ السلام ۸ دن کے تھے، تعمیل حکم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پہلے اپنی، پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام اور تمام غلاموں کی ختنہ کرائیں، یہ وہ سنت ابراہیمی ہے جو امت محمدیہ ﷺ میں برابر جاری ہے۔

آپ ﷺ کی حضرت یعقوب علیہ السلام سے مماثلث واتحاد

حضرت یعقوب علیہ السلام نے مسجد اقصیٰ کی بنیاد رکھی، حضرت داؤد علیہ السلام نے اس کی دیواریں قد آدم تک بلند کر کے چھوڑ دیں، ان کے صاحبزادے حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنوں کی مدد سے اس ہیکل کی تکمیل اور بیت المقدس کی عظیم الشان شہر کی تعمیر فرمائی، رسول اللہ ﷺ کی حضرت یعقوب علیہ السلام سے ایک مماثلث یہی ہے کہ آپ ﷺ نے بھی ایک عظیم المرتبت مسجد ''مسجد نبوی ﷺ'' کی بنیاد رکھی، ان دونوں مساجد میں نماز پڑھنے کا ثواب ۵۰؍ہزار نمازوں کے برابر ہے، جبکہ مسجد الحرام میں یہ اجر ایک لاکھوں نمازوں کے برابر ہو جاتا ہے، یہی وہ تین مساجد ہیں جن میں نماز ادا کرنے کے لئے سفر کرنے کا حکم ہے۔

آپ ﷺ کی حضرت یوسف علیہ السلام سے مماثلث واتحاد

قرآن مجید میں سورۂ یوسف ایک مستقل سورت ہے، اسی طرح سورۂ محمد بھی ایک مستقل

سورت ہے، حضرت یوسف علیہ السلام کی قید اور رسول اللہ ﷺ کی شعب بنی ہاشم میں محصوری مماثلت کے کچھ پہلو رکھتی ہے، خوابوں کی تعبیر وہ قدر مشترک ہے جو دونوں رسولوں میں پائی جاتی ہے، دونوں بے سروسامانی اور مصائب سے گذرنے کے بعد اپنے وطن سے دور دوسری قوم میں تخت حکمرانی پر متمکن رہے اور کامیاب حکمران ثابت ہوئے، مماثلت میں یہ قدر اشتراک بھی قابل غور ہے، حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اکرم الناس" ہیں، کیونکہ وہ تسلسل سے نبی کی چوتھی پشت ہیں، اس افضلیت میں محبوب رب العالمین ﷺ "افضل الناس" اور "خیر البشر" کا مقام رکھتے ہیں۔

حلم و کرم، عفو درگذر وہ عظیم اوصاف ہیں جو حضرت یوسف علیہ السلام کو دیگر انبیاء سے ممتاز کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ میں بھی یہ اوصاف بدرجہ اتم موجود تھے، خون کے پیاسے سوتیلے بھائیوں کو خستہ حال اور پشیمان دیکھا تو پیغمبرانہ رحمت و رافت کا اظہار قرآن میں یوں ہوا **لاتثریب علیکم الیوم ط یغفر اللہ لکم ط وھو ارحم الراحمین** "آج کے دن میری جانب سے تم پر کوئی سرزنش نہیں، اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ صور بخش دے اور وہ تمام رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔ آپ ﷺ نے یہی اعلان فتح مکہ کے موقع مشرکین مکہ کے لئے کیا۔

آپ ﷺ کی حضرت شعیب علیہ السلام سے مماثلت واتحاد

حضرت شعیب علیہ السلام حسن خطابت کے لئے مشہور تھے، طاقت لسانی کا جوہر ان میں نمایاں تھا، طرز بیاں کے شیریں کلام سے لوگوں کا دل موہ لیتے تھے، بڑے فصیح و بلیغ مقرر ہونے کی وجہ سے انہیں مفسرین، خطیب الانبیاء کے لقب سے یاد کرتے ہیں، اس وصف میں وہ افصح العرب و العجم ﷺ سے مماثلت رکھتے ہیں، انبیاء کے سردار کی حیثیت میں محمد رسول اللہ ﷺ کو عام فصاحت و بلاغت کے علاوہ احسن خطابت کا ایسا ملکہ منجانب اللہ عطا ہوا تھا ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ "میں تم میں سب میں زیادہ فصیح اس لئے ہوں کہ قریش سے ہوں اور میری زبان سعد بن بکر کی زبان ہے۔

آپ ﷺ کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مماثلث واتحاد

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور رسول اللہ ﷺ میں پہلی مناسبت تو یہ ہے کہ دونوں کے ایام شیر خواری اپنے گھر سے باہر گذرے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے گھر میں پرورش پائی، انہیں وہاں بھی ان کی ماں نے دودھ پلایا، رسول اللہ ﷺ نے پہلے اپنی ماں کا دودھ پیا اور ایام رضاعت بنی سعد بن بکر کی بستی میں گذارے، حضرت حلیمہ سعدیہ کا دودھ پیا اور پانچ سال بعد اپنی والدہ حضرت آمنہ کے پاس واپس تشریف لائے، دونوں انبیاء میں ایک قدر مشترک نبوت سے پہلے بکریوں کے چرانے کی بھی ہے، صحیح بخاری میں ہے کہ میں قراریط (اجیاد کی پہاڑی) پر مکہ والوں کی بکریاں چرایا کرتا تھا، یہ بھی ارشاد ہوا کہ کوئی نبی ایسا نہیں گذرا جس نے بھیڑ بکریاں نہ چرائی ہوں۔ کوہ طور حضرت موسیٰ اور کوہ زیتون حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے خاص نسبت رکھتے ہیں، رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں جبل نور، جبل ثور، جبل احد بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔

آپ ﷺ کی حضرت داؤد علیہ السلام سے مماثلث واتحاد:

قرآن کی سورۂ بقرہ آیت ۲۵۱ میں ارشاد ہوا کہ: ”اللہ تعالیٰ نے ان کو حکومت بھی عطا کی اور حکمت (نبوت) بھی اور اپنی مرضی سے جو چاہا سکھایا“، سورۂ انبیاء میں ارشاد ہوا ”ہم نے ہر ایک (داؤد، سلیمان علیہم السلام) کو حکومت بخشی اور علم عطا کیا“ قرآن میں حضرت آدم علیہ السلام کے علاوہ جس پیغمبر کو خلیفہ کا لقب عطا ہوا وہ حضرت داؤد علیہ السلام ہیں، سورۂ ص آیت نمبر ۲۶ میں فرمایا ”اے داؤد! بے شک ہم نے تم کو زمین میں اپنا خلیفہ نائب بنایا ہے“۔ سورۂ نساء میں ارشاد ہوا ”اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کیا“۔

آپ ﷺ کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مماثلث واتحاد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں قابل ذکر مماثلتیں حسب ذیل ہیں حضرت عیسیٰ بنی اسرائیل میں مبعوث ہونے والے بے شمار انبیاء کے خاتم یعنی آخری رسول ہیں، حضرت محمد رسول اللہ ﷺ خاتم الانبیاء ورسل ہیں، یعنی آپ ﷺ پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نبوت

کے رشد وہدایت کا دروازہ بند ہوگیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد نبی اکرم ﷺ تک عالم انسانیت کی رہنمائی کے لئے کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا، یہ دور فترت یعنی وحی کی مدت ۶۰۰ سال کے طویل عرصہ پر محیط ہے۔ یوں تو ہر رسول نے خاتم النبیین ﷺ کی آمد کی بشارتیں دیں، لیکن ان میں سے سب سے بڑے مبشر اور منادی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں، قرآن مجید کی سورۂ صف کی آیت نمبر ۶ میں یہ بشارت موجود ہے، یعنی ''میں بشارت دینے والا ہوں ایک رسول کی، جو میرے بعد آئیں گے، جن کا نام احمد ہوگا'' اسی طرح انجیل (یوحنا) میں ہے کہ ''میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا'' اس انجیل کے جدید ترجموں میں مددگار، وکیل اور شفیع کے الفاظ ہیں، قدیم تراجم میں لفظ ''فارقلیط'' آیا جو عربی میں ''احمد'' کے ہم معنی ہے۔ یہ مماثلت بھی عجیب ہے کہ جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کے آنے کی بشارت دی اسی طرح عیسیٰ کے دنیا میں دوبارہ نزول کی نبی اکرم ﷺ نے اطلاع دی۔ ''بلاشبہ وہ کائنات ارضی پر اتریں گے، چالیس سال زندہ رہیں گے، پھر وفات پا جائیں گے اور مسلمان ان کے جنازہ کی نماز پڑھیں گے''۔ انسانوں کی رہنمائی کے لئے صحائف آسمانی کے علاوہ چار بڑی کتابیں بھی نازل ہوئیں، ان میں بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے بنیادی کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کتاب مقدس انجیل نازل ہوئی، نزول تورات کے بعد یہود نے جو قسم قسم کی گمراہیوں ''دین حق'' میں پیدا کر لی تھیں، انجیل نے تورات کی شارح بن کر بنی اسرائیل کو ان گمراہیوں سے بچنے کی دعوت دی اور اس طرح تکمیل تورات کا فرض انجام دیا، اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھا لئے گئے، اس کے چھ سو سال بعد جبل نور کے غار حرا میں آسمانوں اور زمین کا اتصال وحی کے ذریعے ہوا۔

عالمی ادیان ومذاہب میں عالمی اتحاد کا مشترک نکتہ

دنیا میں ادیان و مذاہب کی تعداد کئی ہزار تک شمار کی گئی ہیں جن کے پیروکار چند سو سے ڈیڑھ ارب تک ہیں، لیکن عالمی مذاہب جنھیں بڑے مذاہب کہا جاتا ہے وہ چند ایک تک محدود ہیں۔

مذاہب کے اقسام

مذاہب کی بنیادی طور سے دو قسمیں ہیں الہامی وغیرہ الہامی مذاہب انہیں آسمانی وغیر آسمانی مذاہب بھی کہا جاتا ہے۔ الہامی مذاہب ادیان ثلاثہ کو کہا جاتا ہے۔ جس میں اسلام یہودیت اور عیسائیت شامل ہیں، بعض نے صابئین کو بھی اس میں شامل کیا ہے، غیر الہامی مذاہب کی تعداد بہت زیادہ ہے، میں اختصار کی خاطر اس مقالہ میں جن مذاہب کا ذکر کر رہی ہوں وہ یہ ہیں: ہندو مت، زرتشت، جین مت، بدھ مت اور سکھ مذہب۔ ہمارے خطے میں فقط انہی کے پیروکار پائے جاتے ہیں۔

الہامی مذاہب میں عقیدہ توحید

اللہ تعالیٰ نے جتنے انبیاء دنیا میں بھیجے سب نے پہلے اللہ کی توحید پھر اپنی رسالت کی تعلیم دی آج بھی اس کا ثبوت خود مذکورہ مذاہب کی کتب میں محفوظ ہے۔

یہودیت میں اللہ کا تصور اور عقیدہ توحید

یہودیت، وحدانیت کے قائل مذاہب میں سے سب سے قدیم مذہب ہے، یہودی مذہب کی بنیاد دو عقائد پر ہے:

(۱) خدا کی واحدانیت (۲) بنی اسرائیل کے ساتھ خدا کا مخصوص تعلق

یہود اس امر پر یقین رکھتے ہیں کہ انسان اپنے افعال کا مختار و ذمہ دار ہے، وہ ایمان کی بہ نسبت اعمال کو زیادہ اہم قرار دیتے ہیں، یہودیت صرف ایک عقیدہ ہی نہیں بلکہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو ہر عمل انسانی کو رضائے الٰہی کے تابع بنانا چاہتا ہے، یہودیت کی مقدس کتاب

''تورات'' ہے جو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اس وقت نازل ہوئی جب وہ بنی اسرائیل کے ساتھ ۱۲۳۰ق م میں مصر سے ہجرت کے دوران میں کوہ سینا پر تشریف لے گئے۔(۳۲)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں مصر کی مذہبی حالت بہت بگڑ چکی تھی، ۱۳۷۵ھ ق م میں مصر کا بادشاہ ''اخناٹن Akhnaton'' تھا جس نے مصر کے پجاریوں اور کاہنوں کے عقائد کے خلاف توحید کی آواز بلند کی تھی اور اس کا نظریہ وحدانیت کئی برس تک مصر پر چھایا رہا، اس نے بت پرستانہ رسوم کو ممنوع قرار دیا تھا مگر اس کی موت کے بعد پجاریوں اور کاہنوں کا دوبارہ ملک پر تسلط قائم ہو گیا۔(۳۱)

یہودیت ایک اہم مذہب ہے، اس کے ماننے والے یہودی کہلاتے ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیغمبرانہ مشن پر یقین رکھتے ہیں۔

۱۔ درج ذیل آیات عہد نامہ عتیق کی پانچویں کتاب ثنائیہ میں درج ہیں، اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں، عبرانی آیت کا ترجمہ کچھ یوں ہے: ''سنو! اے بنی اسرائیل! ہمارا مالک خدا ہے، وہ ایک مالک ہے'' (۳۴)، کتاب عیسائیہ کی ایک اور آیت ملاحظہ کیجیے: ''میں اور میں ہی مالک ہوں، میرے سوا بچانے والا کوئی نہیں'' (۳۵)؛ ''میں ہی خدا ہوں اور کوئی نہیں، میرے سوا کوئی خدا نہیں'' (۳۶)

یہودیت میں بت پرستی کی مخالفت درج ذیل آیت سے عیاں ہے: ''میرے علاوہ کوئی خدا نہیں، تمہیں چاہیے کہ میری کوئی تصویر یا کشی نہ کرو، مجھ سے کسی کی مشابہت نہیں ہے، نہ آسمان پر، نہ زمین پر اور نہ ہی پانی کے نیچے، لہٰذا تم کسی اور کے سامنے نہ جھکو، ان کی طرف نہ دیکھو، میں ہی تمہارا خدا ہوں'' (۳۷) کتاب ثنائیہ میں بھی اسی طرح کا پیغام ملا ہے: ''میرے علاوہ کوئی اور خدا نہیں، لہٰذا تم میری تجسیم نہ کرو، آسمانوں میں زمین کے اوپر اور پانی کی گہرائیوں میں کوئی بھی میرا ہمسر نہیں ہے، پس تمہیں چاہیے کہ تم ان کو سجدہ نہ کرو اور نہ ہی ان کی خدمت کرو، میں ہی خدا اور مالک ہوں''۔ (۳۸) بائبل کی رو سے احکام عشرہ سے مراد وہ حسب ذیل احکام ہیں جن کا ذکر Exodus کے باب نمبر ۲۰ کے فقرہ ا سے ۱۷ میں کیا گیا ہے۔

(۱) اللہ کے سوا کسی اور کو معبود نہ ماننا (۲) بت پرستی کی خصوصیت سے ممانعت
(۳) اللہ سے عداوت نہ رکھنا (۴) سبت کے دن کا احترام کرنا
(۵) والدین کی عزت کرنا (۶) زنا نہ کرنا
(۷) قتل نہ کرنا (۸) چوری نہ کرنا
(۹) پڑوسی کے خلاف جھوٹی گواہی نہ دینا (۱۰) پڑوسی کی کسی بھی شے سے لالچ نہ کرنا

عیسائیت میں اللہ کا تصور اور عقیدہ توحید

عیسائیت کے ڈیڑھ ارب پیروکار ہیں، عیسائی حضرت عیسیٰ پر اعتقاد رکھتے ہیں، اسلام میں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بے حد احترام کیا جاتا ہے، اسلام وہ واحد غیر مسیحی مذہب ہے جو حضرت عیسیٰ پر ایمان کی تلقین کرتا ہے۔ باربرا جو عیسائی پادری تھی اس نے اپنی محققانہ کتاب میں ثابت کیا ہے کہ عیسیٰ نہ قتل ہوئے نہ صلیب دیئے گئے، بلکہ آسمانوں پر اٹھائے گئے اور وہ انسان تھے، (۳۹) حضرت عیسیٰ سے منسوب یہ بیانات ملاحظہ کیجئے: ''میرے والد مجھ سے عظیم ہیں'' (۴۰)، ''میرے والد سب سے بلند اور عظیم ہیں'' (۴۱)، ''میں خدا کے حکم سے شیطانوں کو نکالتا ہوں'' (۴۲) ''خدا کی انگلی سے شیطان کو نکال باہر کرتا ہوں'' (۴۳)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کبھی بھی رب ہونے کا دعویٰ نہیں کیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدائے بزرگ و برتر نے یہودیت کی تکمیل و تصدیق کے لئے بھیجا تھا، درج ذیل بیان متی کی انجیل میں درج ہیں جو اس بات کا واضح ثبوت ہے: ''یہ نہ سوچنا کہ میں قانون یا پیغمبروں کو ختم کرنے آیا ہوں، میں انہیں تباہ کرنے کے بجائے ان کی تکمیل کرنے آیا ہوں، جب تک زمین و آسمان ہیں، قانون کا ایک ذرہ بھی تعمیل سے گزرے بغیر نہیں رہے گا، یہاں تک کہ سب پر عمل ہو جائے گا''۔ ''جو کوئی بھی معمولی حکم الٰہی کو توڑے گا اور لوگوں کو اس کی تعلیم دے گا، جنت میں اس کا نام آخر میں پکارا جائے گا مگر جو بھی عین اس کے مطابق عمل کرے گا اور تعلیم دے گا، اسی کو جنت میں عظیم نام سے پکارا جائے گا''۔ (۴۴)

انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیغمبرانہ مشن کی طرف درج ذیل آیات سے بھی

اشارہ ملتا ہے، ''اور جو الفاظ تم سنتے ہو، وہ میرے نہیں ہیں، بلکہ اس باپ کے ہیں جس نے مجھے بھیجا۔ (۴۵) ''اور یہ زندگی لافانی ہے، شاید وہ ایک سچے خدا کو جان جائیں گے، مجھے بھی جسے اس نے بھیجا ہے''۔ (۴۶)

بائبل میں یہودیوں اور عیسائیوں نے اگر چہ سینکڑوں تحریفات کر کے آسمانی تعلیمات کا حلیہ بگاڑ دیا ہے، لیکن پھر بھی اللہ تعالٰی کی وحدانیت کا جابجا تذکرہ ملتا ہے۔

- ''خداوند اسرائیل کا بادشاہ اور اس کا فدیہ دینے والا رب الافواج یوں فرماتا ہے کہ میں ہی اوّل اور میں ہی آخر ہوں اور میرے سوا کوئی خدا نہیں''۔ (۴۷)
- ''پس آج کے دن تو جان لے اور اس بات کو اپنے دل میں جما لے کہ اوپر آسمان میں اور نیچے زمین پر خداوند ہی خدا ہے، کوئی دوسرا نہیں''۔ (۴۸)
- ''یارب! معبودوں میں تجھ سا کوئی نہیں، تو ہی واحد خدا ہے'' (۴۹)
- ''یہ سب کچھ تجھ کو دکھایا گیا تا کہ تو جانے کہ خداوند ہی خدا ہے اور اس کے سوا اور کوئی ہے ہی نہیں''۔ (۵۰)
- ''خداوند کی مانند کوئی قدوس نہیں کیونکہ تیرے سوا اور کوئی ہے ہی نہیں''۔ (۵۱)
- ''میں خداوند سب کا خالق ہوں، میں ہی اکیلا آسمان کو تاننے اور زمین کو بچھانے والا ہوں، کون میرا شریک ہے''۔ (۵۲)
- ''تو خداوند اپنے خدا کا خوف ماننا اور اسی کی عبادت کرنا اور اسی کے نام کی قسم کھانا تم اور معبودوں کی یعنی ان قوموں کے معبدوں کی جو تمہارے آس پاس رہتی ہیں پیروی نہ کرنا''۔ (۵۳)
- ''یسوع نے جواب دیا کہ اوّل یہ ہے اے اسرائیل سن! خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے، وہ ایک ہی ہے اور اس کے سوا کوئی نہیں''۔ (۵۴)
- ''اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد اور برحق کو اور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے، جانیں''۔ (۵۵)

❁ ''پس انہوں نے اس پتھر کو اٹھا دیا پھر یسوع نے آنکھیں اٹھا کر کہا اے باپ! میں تیرا شکر کرتا ہوں کہ تو نے میری سن لی۔ (اس سے معلوم ہوا اللہ تعالیٰ اور عیسیٰ علیہ السلام ایک دوسرے کے غیر ہیں)''(۵۶)

❁ ''اور جو اسرائیل کی قوت ہے، وہ نہ تو جھوٹ بولتا ہے اور نہ پچھتاتا ہے، کیونکہ وہ انسان نہیں''۔(۵۷)

(حالانکہ حضرت مریم وعیسیٰ علیہما السلام انسان تھے)

❁ ''خداوند اپنی مقدس ہیکل میں ہے، خداوند کا تخت آسمان پر ہے''۔(۵۸)

(جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر رہے اور وصال کے بعد زمین میں ہی دفن ہوں گے)۔

❁ ''خدا حی القیوم ہے''(۵۹)

(جبکہ حضرت مریم وعیسیٰ علیہما السلام فانی ہیں ہمیشہ زندہ رہنے والے نہیں ہیں)۔

❁ ''اور یہ بھی کہا تو میرا چہرہ نہیں دیکھ سکتا، کیونکہ انسان مجھے دیکھ کر زندہ نہیں رہے گا''(۶۰)

❁ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھنے کے باوجود لوگ زندہ رہتے تھے، معلوم ہوا وہ خدا نہیں)

❁ ''یسوع نے اس سے کہا تو مجھے کیوں نیک کہتا ہے؟ نیک کوئی نہیں، مگر ایک یعنی خدا''(۶۱)

(اس حوالہ سے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خدا نہ ہونا ثابت ہوا)، ☆''اے باپ! میں اپنی روح تیرے ہاتھوں سونپتا ہوں اور یہ کہہ کر دم دے دیا''۔(۶۲) ان دونوں حوالوں سے بھی ثابت ہوا کہ بقا صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہے جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فانی تھے۔

ہندومت میں اللہ کا تصوّر اور عقیدہ توحید

بہت سے ہندو اس کی تصدیق کرتے ہیں اور وہ کئی ایک خداؤں پر اعتقاد رکھتے ہیں، کچھ ہندو تین خداؤں جبکہ بعض ہندو تو ۳۳ کروڑ خداؤں پر یقین رکھتے ہیں، تاہم پڑھے لکھے ہندو جو اپنی کتابوں سے واقفیت رکھتے ہیں، کہتے ہیں کہ ایک ہندو کو صرف اور صرف ایک خدا کی ہی پوجا کرنی چاہیئے۔

ہندومت کی تمام کتابوں میں بھگود گیتا بہت مشہور ہے، گیتا کے اس شعر کو پڑھیے: ''جن کی

فہم مادی خواہشات نے سلب کرلی ہے، انہوں نے دیوتاؤں (اوتاروں) کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے ہیں، اور پھر اپنی مرضی کے مطابق پوجا کے اصول بنا لئے ہیں"۔(۶۳) اس کا پیکر نظر نہیں آتا، کوئی اسے آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتا، جو اسے دل اور دماغ سے دیکھتے ہیں وہ ان کے دل میں رہ کر انہیں لازوال بنا دیتا ہے۔(۶۴) ہندومت کی کتابوں میں وید سب سے اہم کتاب سمجھی جاتی ہے، وید کی چار کتابیں زیادہ مشہور ہیں، یعنی رگ وید، یجر وید، سمر وید اور اتھر واید۔ یجر وید۔ یجر وید کا ایک جملہ یہ ہے "اس کا کوئی عکس نہیں" (۶۵) آگے چل کر لکھا ہے کہ "وہ کسی سے پیدا نہیں ہوا، وہی ہماری عبادت کا مستحق ہے، اس کا کوئی عکس نہیں اور یقیناً اس کی شان سب سے بلند ہے، وہ خود کو سورج وغیرہ میں قائم رکھ سکتا ہے، شاید وہ مجھے نقصان نہ پہنچائے، یہی میری دعا ہے، وہ کسی سے پیدا نہیں ہوا اور ہماری عبادت کے لائق ہے۔(۶۶) "وہ بے جسم اور خالص ہے" یہ یجر وید میں درج ہے۔(۶۷) "وہ روشن، بے جسم، بے زخم، بے پیوند اور خالص ہے جس میں برائی چھید نہیں کر سکتی، وہ وسیع النظر، عقل مند، احاطہ کرنے والا، خود وجود رکھنے والا ہے، وہ لامتناہی برسوں کے لئے مالک ہے"۔(۶۸) یجر وید میں یہ بھی درج ہے کہ "جو قدرتی مظاہر کی پوجا کریں گے، اندھیرے میں داخل ہوں گے" مثلاً ہوا، پانی اور آگ وغیرہ۔ "سنبھوتی کی عبادت کریں گے، اندھیروں کی مزید گہرائی میں غرق ہو جائیں گے"۔(سنبھوتی کا مطلب اشیاء کی تخلیق ہے مثلاً کرسی، میز، اور بت وغیرہ بنانا) (۶۹) ایک اور دعا میں یہ بھی آیا ہے کہ "ہمیں اچھا راستہ دکھا اور ان گناہوں کو ہٹا دے جو ہمیں بے راہ اور گمراہ بنا دیتے ہیں" (۷۰) اتھر واوید کے یہ اشعار دیکھئے: "بے شک خدا عظیم ہے" (۷۱) تمام ویدوں میں رگ وید سب سے قدیم ہے، ہندوؤں کے نزدیک یہ بھی ایک مقدس ترین کتاب ہے، رگ وید میں تحریر ہے کہ "مذہبی بزرگ خدا کو کوئی ناموں سے پکارتے ہیں" (۷۲) "وہ تمام جاندار اور بے جان دنیا کا بڑی شان و شوکت کے ساتھ اکیلا حکمراں ہے، وہ انسانوں اور جانوروں کا رب ہے (اسے چھوڑ کر) ہم کس خدا کی حمد کرتے ہیں اور نذرانے چڑھاتے ہیں" (۷۳) "اسی سے آسمانوں میں مضبوطی اور زمین میں استحکام ہے اسی کی وجہ سے اجالوں کی بادشاہت ہے اور آسمان محراب (کی شکل) میں ٹکا ہوا ہے،

فضا کے پیمانے بھی اسی کے لئے ہیں (اسے چھوڑ کر) ہم کسی خدا کی حمد کرتے ہیں اور نذرانے چڑھاتے ہیں"(۷۴) "اس ہستی کی کوئی مورتی یا تصویر نہیں ہے، اس کا نام ہی سراپا حمد ہے"۔ (۷۵) "جو لوگ باطل وجود والے دیوی، دیوتاؤں کی عبادت کرتے ہیں وہ (جہالت کے) اندھا کردینے والے گہرے اندھیرے میں ڈوب جاتے ہیں"(۷۶) "خدا کے سوا کسی کو مت پوجو" (۷۷) "وہ ایک ہی ہے اسی کی عبادت کرو"(۷۸) وہ ایک ہی بہترین پرستش اور بندگی کئے جانے کے قابل رب ہے"۔(۷۹) "ایشور ہی اول ہے اور تمام مخلوقات کا اکیلا مالک ہے، وہ زمینوں اور آسمانوں کا مالک ہے، اسے چھوڑ کر تم کون سے خدا کو پوج رہے ہو"۔(۸۰)

ہندو مذہب میں جتنے خداؤں کے نام لئے جاتے ہیں وہ دراصل ایک خدا کے صفاتی نام ہیں، اسی کا نام برہما ہے، اسی کا نام وشنو، وہی اندر کہلایا، اسی کا نام سرسوتی ہے، اس کا ثبوت، ویدوں ہی سے ملتا ہے۔ "اے اگنی (خدائے واحد) تم ہی نیکیوں کی دلی تمنائیں پوری کرنے والے اندر ہو، تم ہی عبادت کے قابل ہو، تم ہی بہت لوگوں کے قابل تعریف وشنو ہو، تم برہما اور برہمنسپتی ہو" (۸۱) "اے اگنی (خدائے واحد) تم وعدہ پورا کرنے والے راجہ ورن ہو، تم قابل تعریف ہو تم حقیقی سردار اریم ہو"۔(۸۲) "اے اگنی (خدائے واحد) تم رُدر ہو، تم پشا ہو، آسمانی دنیا کے محافظ شنکر ہو، تم ریگستانی امت کی طاقت کا ذریعہ ہو، رزق دینے والے مجسم نور، ہوا کی طرح ہر جگہ موجود نفع بخشنے والے اور عبادات گزارنے کے محافظ ہو"۔ (۸۳) "اے اگنی (خدائے واحد) تمہیں دولت دینے والے سویتا ہو، عبادت کرنے والے کے محافظ ہو"۔(۸۴) "اے اگنی (خدائے واحد) تم سب سے اول ہو، تم بھارتی (نیکیوں کا خزانہ) ہو، تم ہی سرسوتی ہو"۔(۸۵)

ویدوں کے ان واضح ثبوتوں کے بعد بہت سے ناموں سے پوجے جانے والے الگ الگ دیوتاؤں کا تصور بالکل باطل ہو جاتا ہے، تمام صفاتی ناموں سے عالم لوگ ایک خدا کو پکارتے ہیں، (اندر، متر، ورن، اگنی، گرو، یم، وایو، ماتریشوا وغیرہ) ایک ہی طاقت کے مختلف نام ہیں اور اہل بصیرت اور اہل علم نے ایشور کو صفات کی بنیاد پر مختلف ناموں سے پکارا ہے"۔(۸۶)

مذہب بھارت میں زندگی اور ثقافت کا بنیادی پتھر ہے ڈھائی ہزار سال سے زیادہ ہوئے یہ

ملک زندگی سے کنارہ کشی کرنے والوں کی ایک منظم جماعت کا وطن رہا ہے اور زندگی سے ان کنارہ کشی کرنے والوں کو سادھو یا سنیاسی، یوگی، منی، رشی، تپسوی، تیاگی، بابا اور گرو بھی کہا جاتا ہے، یہ ویدوں کی روحانی وراثت کے پرستار اور ہندو روحانیت کے نمائندے سمجھے جاتے ہیں ان سادھوؤں کو ان کی پیشانی پر تلک اور ان کے لباس کی وضع قطع سے آسانی سے پہچانا جاسکتا ہے کہ ان کا تعلق سادھوؤں کے کس گروہ یا فرقہ سے ہے۔ بتلایا جاتا ہے کہ وشنو (Vaishnava) فرقہ میں ۱۹ قدامت پسند اور ۳۳ روشن خیال ذیلی فرقے ہیں ان کے علاوہ تین جنگجو سادھوؤں کی جماعتیں ہیں جو گروکل کے ورزش خانوں (اکھاڑوں) میں تربیت یافتہ ہوتے ہیں اور ان کا مقصد ہندو مذہبی اور اس کے ذیلی فرقوں کی حفاظت ہوتا ہے وشنو ہو ماتھے پر جو تلک لگاتے ہیں اس کی سولہ قسمیں ہوتی ہیں اور جس پر جو نقش بناتے ہیں وہ چودہ قسم کے ہوتے ہیں اس طرح شوا (Shaiva) کے نام سے وابستہ آٹھ قدامت پرست اور دو اصلاح پسند فرقے ہیں۔ ان کے یہاں ۲۴ طرح کے تلک لگائے جاتے ہیں اور گیارہ امتیازی نشانات ہوتے ہیں۔ (۸۷)

زرتشت مذہب میں اللہ کا تصور اور عقیدہ توحید

زرتشتی مذہب دنیا کے قدیم مذاہب میں ایک بہت بڑا مذہب رہا ہے جو ایران (فارس) ۲۵۰۰ قبل مسیح میں ظاہر ہوا، ایک لاکھ تیس ہزار اس کے پیروکار ہیں، زرتشت کے مذہب سے پہلے فارس کا معلوم مذہب جو قدیم ترین سمجھا جاتا ہے وہ ''متھرائیت'' ہے جس میں متھرا (آسمانی روشنی کا دیوتا) باعث عبادت سمجھا جاتا ہے، اس کے علاوہ مظاہر فطرت بھی لائق عبادت تصور کئے جاتے ہیں، متھرائی مذہب جو کہ ایران میں زرتشت سے پہلے تھا، تقریباً ۲۷۵ عیسوی میں اپنے عروج پر پہنچا، یہ وہ زمانہ ہے جب عیسائیت متھرائیت سے متاثر ہو چکی تھی، یہ مذہب اپنے زوال کے بعد بھی کسی نہ کسی شکل میں موجود رہا، اس کی خصوصیت یہ تھی کہ اس میں عبادات کے لئے بالعموم غاروں کا انتخاب کیا جاتا تھا۔

''متھرائیت'' کے دور وسطیٰ میں زرتشت کی پیدائش ہوئی، ان کا زمانہ ساتویں صدی قبل از مسیح کا ہے، ان کا مذہب پہلے بلخ میں پھیلا اور پھر سارے ایران (فارس) پر چھا گیا، زرتشت نے

انسان کو ایک معبود حقیقی کی طرف بلایا، اور تمام چھوٹے بڑے دیوتاؤں کو بالکل مسترد کر دیا، اگر چہ بعد میں یہ دیوتا دوبارہ اس مذہب میں داخل ہو گئے، زرتشت پہلے مصلح تھے جنہوں نے وحدانیت کو سحر و نجوم سے پاک خالص شکل میں پیش کیا، زرتشت کے مذہب میں ابتداء صوفیانہ میلانات کا کوئی وجود نہ تھا، لیکن زرتشت کی وفات کے بعد اس مذہبی تحریک کا بہت جلد خاتمہ ہو گیا، مظاہر فطرت وقدیم دیوتاؤں کی پرستش کا طریقہ پھر سے رائج ہو گیا، اور جادو منتر اور ستارہ شناسی کا رواج دوبارہ قائم ہو گیا۔ مجوسیوں نے (جن میں زرتشت پیدا ہوئے تھے)، اپنے پیغمبر کی پیش کردہ مذہبی تعلیمات میں تحریف کر کے ''اوستا'' (مذہبی کتاب) میں ایسے عناصر داخل کر دیے جن کا پہلے کوئی وجود نہ تھا، انہوں نے زرتشت میں اتنا مبالغہ کیا کہ زرتشتی کائنات دو مستقل حصوں میں تقسیم ہو گئی، جن میں سے ایک کا حکمراں ''اھورامزدا'' (خالق خیر) اور دوسرے کا ''انگرامینو'' (خالق شر) قرار پایا، اس کے ساتھ ہی خالق خیر کی ہر مخلوق اور ہر فرشتے کے مقابل انہوں نے ایک شیطانی مخلوق بھی فرض کر لی۔ (۸۸)

پارسی مذہب ایک قدیم آریائی مذہب ہے، پارسیوں کی مقدس کتابوں میں وساتیر اور آوسا شامل ہیں۔ پارسی مذہب میں خدا کے لئے ''اھودر مزدا'' کا نام آیا ہے، ''اھور'' کا مطلب ہے ''آقا'' اور ''مزدا کے معنی ''عقل مند'' کے ہیں، یعنی اھو، مزدا کا مطلب ہے عقل مند آقا یا عقل مند مالک اھور مزدا کے تصور میں بھی ایک خدا کے تصور کا بہت دخل ہے۔ وساتیر میں خدا کے لئے درج ذیل صفات بیان کی گئی ہیں:

(۱) وہ ایک ہے۔

(۲) اس کا کوئی ہمسر نہیں۔

(۳) نہ اس کی ابتداء ہے اور نہ ہی انتہا۔

(۴) نہ اس کا کوئی باپ ہے نہ ہی کوئی بیٹا، نہ کوئی بیوی ہے اور نہ ہی اولاد ہے۔

(۵) وہ بے جسم اور بے شکل ہیں۔

(۶) نہ آنکھ اس کا احاطہ کر سکتی ہے، نہ ہی فکری قوت سے اسے تصور میں لایا جا سکتا ہے۔

(۷) وہ ان سب سے بڑھ کر ہے جن کے متعلق ہم سوچ سکتے ہیں۔

(۸) وہ ہم سے زیادہ ہمارے نزدیک ہے۔(۸۹)

آوستا، گتھا اور ینسا کے مطابق اہور مزدا کی کئی ایک صفات ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

(۱) خالق۔(۹۰) (۲) بہت قوت، بہت عظمت والا۔(۹۱)

(۳) داتا، ہادی۔(۹۲) (۴) سخی اسپینتا۔(۹۳)

بدھ مت میں اللہ کا تصور اور عقیدہ توحید

اس میں نہ خدا کے لئے کوئی مقام ہے نہ کسی نجات دہندہ کی ضرورت، وہ نجات کو مکمل طور پر خود انسان کے اپنے قبضہ میں دے دیتا ہے، بدھ مت ڈھائی ہزار برس سے چلا آرہا ہے(۹۴) بدھ مت دو خاص شکلوں اور بہت سے فرقوں میں منقسم ہے، دو بڑی شکلیں ہیں تھراوڈایا (ہنایا منا) بدھ مت، جو جنوبی ایشیائی ممالک میں رائج ہے خصوصاً برما، تھائی لینڈ اور سری لنکا میں لوگ اس پر عامل ہیں، دوسری شکل مہایانا بدھ مت ہے جنکے پیرو چین، جاپان، تبت اور منگولیا میں پائے جاتے ہیں، ان دونوں مکاتیب کی بنیادی تعلیمات سدھارتھ گوتم نامی شخص کا نتیجہ فکر ہیں، جس کی زندگی اور مثال اس کے کروڑوں پیروؤں کے لئے عظیم روحانی فیضان کا باعث ہوئی ہے، بدھ مت کے موسس ''گوتم بدھ'' کے بارے میں بہت سی روایات مشہور ہیں۔(۹۵) اگر چہ بدھ مت سکھاتا ہے کہ ہر شخص کو کسی نجات دہندہ کی اعانت کے بغیر اپنی نجات کی راہ خود پیدا کرنی چاہئے مگر بدھ مت کے دونوں شاخوں میں خود بدھا پر عقیدہ (ایمان) رکھنے کی تعلیم دی جاتی ہے، مہایانا بدھ مت میں بدھا نجات دہندوں کی شکل اختیار کر لیتا ہے، تھیراوڈا بدھ مت میں ہر عبادت گزار اپنی روزانہ کی عبادت میں کہتا ہے کہ ''میں بدھا کی پناہ لیتا ہوں'' (۹۶)

جین مت میں اللہ کا تصور اور عقیدہ توحید

مہاویر جین کی پیدائی ۵۹۹ ق م میں مشرقی ہندوستان کے مشہور شہر ویشالی کی ایک نواحی بستی

میں ہوئی تھی، مہاویر جین کے والد کا نام سدھارتھ اور والدہ کا ترشالا تھا خود مہاویر جین کا اصلی نام وردھمان تھا، جین مت کے بنیادی عقائد سات کلیوں کی شکل میں مختصراً بیان کئے جاتے ہیں جن کو جین مت کی اصطلاح میں سات تو یا سات "حقائق" کہا جاتا ہے، درحقیقت یہ کائنات اور زندگی کے بنیادی مسئلہ اور اس کے حل کے بارے میں سات نظریات ہیں جن میں جین مت کا بنیادی فلسفہ بخوبی سمٹ کر آ گیا ہے، ذیل میں ہم جین مت کے ان حقائق کو ترتیب وار بیان کر دیتے ہیں، پھر ان کی تشریح پیش کریں گے۔

(۱) روح (جیو) ایک حقیقت ہے۔

(۲) غیر ذی روح (اجیو) بھی ایک حقیقت ہے جس کی ایک قسم مادہ ہے۔

(۳) روح میں مادہ کی ملاوٹ ہو جاتی ہے۔ (اسرو)

(۴) روح میں مادہ کی ملاوٹ کے نتیجہ میں روح مادہ کی قیدی بن جاتی ہے (بندھ)

(۵) روح میں مادہ کی ملاوٹ کو روکا جا سکتا ہے۔ (سمور)

(۶) روح میں پہلے سے موجود مادہ کو زائل کیا جا سکتا ہے۔ (نرجرا)

(۷) روح کی مادہ سے مکمل علاحدگی کے بعد موکش حاصل ہو سکتا ہے۔ (۹۷)

سکھ مذہب میں اللہ کا تصور اور عقیدہ توحید

گرونانک نے ایک ہندو خاندان کی کھتری یا (جنگجو ذات) میں آنکھ کھولی مگر وہ اسلام اور مسلمانوں سے بہت متاثر تھے۔

گرونانک سب سے پہلے گرو ہیں جب کہ گرو گوبند سنگھ دسویں اور آخری گرو گزرے ہیں، سکھ مذہب کی مقدس کتاب کا نام سری گرو گرنتھ ہے جو ادی گرنتھ صاحب کے نام سے مشہور ہے۔

پانچ "ککے": سکھ مذہب میں ہر سکھ کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے شناخت کے لئے پانچ چیزوں کو اپنائے یا اپنے پاس رکھے،

(۱) کیش: بال نہ کاٹے جائیں کیونکہ تمام گرو بھی بال نہیں کاٹتے تھے۔

(۲) کنگھا، سر کے بالوں کو ہموار اور صاف رکھنے کے لئے۔

(۳) کڑا، اسٹیل یا دھات کی موٹی چیز جو قوت کے لئے پہنی جاتی ہے۔
(۴) کرپان، خنجر جو اپنے دفاع کے لئے رکھا جاتا ہے۔
(۵) کچھا، پھرتی اور چستی کے لئے پہنا جاتا ہے زیر جامہ جس کی لمبائی گھٹنوں تک ہوتی ہے۔

''مل منترا'' سکھوں کے بنیادی عقائد کے مجموعے کو کہتے ہیں، اسے گرو گرنتھ صاحب کے شروع میں بیان کیا گیا ہے، سری گرنتھ صاحب کی جلد اول، جپجی جی کا پہلا شعر ہے: ''صرف ایک خدا کا وجود ہے جو حقیقتاً تخلیق کرنے والا ہے، وہ خوف اور نفرت سے عاری ہے، وہ کسی سے پیدا نہیں ہوا مگر لا فانی ہے، وہ خود سے وجود رکھنے والا، عظیم اور رحیم ہے''۔ سکھ مذہب اپنے ماننے والوں کو وحدانیت کی سختی سے تلقین کرتا ہے، اس کا مطلب ہے کہ ایک ہی رب اعلیٰ ہے، وہ ایک غیر واضح اور مبہم صورت میں موجود ہے جسے ''ایک اومکارا'' کہا جاتا ہے، جب خدا کی واضح صفات بیان کی جائیں تو اسے اومکارا کہا جاتا ہے، سکھ مذہب میں خدا کی کئی ایک صفات بیان کی جاتی ہے،

(۱) کرتار، خالق (۲) صاحب، بادشاہ
(۳) اکال، ابدی (۴) ستنا نام، مقدس نام
(۵) پروردگار، محبت سے پرورش کرنے والا (۶) رحیم، رحم کرنے والا
(۷) کریم، کرم کرنے والا، (۹۸) بھائی جودسنگھ گرونانک کا کلام پیش کرتے ہیں:

ایکو حکم برنے سب لوئی ایکس تے سب اوپت ہوئی
راہ دودے خصم ایکو جان . گر کے سبد حکم پچھان
سگل روپ درن من ماہی کہو نانک ایکو سالاہی (۹۹)

ترجمہ: ''گرو کے اپدیش سے ایک خدا کو جانا ہے، دوئی کو ختم کر دیا ہے شبد پہچانا ہے، ساری دنیا میں اسی ایک کا حکم چلا ہے، ایک ہی سے سب پیدا ہوتے ہیں، راستے ہیں دو، مالک ہے ایک ایسا جان لو، گرو کے اپدیش سے حکم پہچان لو، تمام صورتیں اور رنگ دل ہی میں رہتے ہیں، نانک کا کہنا ہے ایک ہی لائق پرستش ہے''۔

اللہ، الکھ، اگم، قادر، کرن بار، کریم   سب دنی آون جاونی، مقام ایک رحیم (۱۰۰)

"خدا من اور اندریوں کے ذریعے سے پایا نہیں جاتا، اس کی گہرائی ناپی نہیں جاتی، لامحدود ہے، قادر، خالق اور کریم ہے، ساری دنیا آتی ہے اور جاتی ہے، وہی ایک رحیم قائم دائم ہے"۔

اسلام کی عالمی مذاہب کے ساتھ فطری ہم آہنگی اور آپ ﷺ کی عالمی اتحاد کے لئے کوششیں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو دین لے کر آئے اس دین میں بنیادی عقائد و تعلیمات وہی تھیں جو اس سے قبل انبیاء لے کر آئے تھے، جیسا کہ قرآن سے واضح کیا ہے، یہی وجہ ہے بہت سے احکامات جو اسلام میں ہیں پہلے بھی تھے، مثلاً عقیدہ توحید، آخرت، انصاف، احترام انسانیت، خدمت خلق کی تعلیم، قیدیوں سے حسن سلوک کی تعلیم، منشیات شراب وغیرہ کی حرمت، زنا، چوری کی سزائیں، سود کی حرمت وغیرہ۔

آپ ﷺ نے اعلان نبوت کے بعد اپنے سفراء کے ذریعہ ۲۲۵ خطوط غیر مسلموں کو تحریر کر کے (۱۰۱) آنے والے فود سے مکالمہ کر کے فکری آہنگی اور اتحاد قائم کرنے کی کوشش کی جبکہ مذہبی اتحاد کے اثرات نظر نہ آئے تو معاشرتی اتحاد کے لئے کوشش کرتے رہے، لیکن یہود مسلسل دھوکہ دیتے اور سازشیں کرتے رہے۔

یہودیوں کے ساتھ اتحاد کی کوشش

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمسائے یہودی تھے اگر ان کے یہاں کوئی بچہ بھی بیمار ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اس بچہ کی عیادت کے لئے اس کے گھر جایا کرتے۔ (۱۰۲) بنی عریض نامی ایک یہودی قبیلہ مدینہ میں رہتا تھا اس کی کسی بات سے خوش ہو کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس

کے لئے کچھ سالانہ معاش مقرر فرمائی، یہ مختلف چیزیں ہیں جو غیر مسلموں سے برتاؤ کے سلسلے میں ہمیں نظر آتی ہے، ایک اور چیز کہ مسلمان کا ہی نہیں یہودیوں کا جنازہ بھی شہر کی گلیوں سے گذرتا اور اتفاق سے رسول اللہ ﷺ وہاں کسی جگہ بیٹھ ہوتے تو جنازہ کو دیکھ کر آپ ﷺ کھڑے ہو جاتے تا کہ ان کے ساتھ ایک طرح سے ہمدردی کا مظاہرہ کریں۔(۱۰۳) غرض مسلمانوں کا طرز عمل غیر مسلم رعایا کے ساتھ اس قدر رواداری کا تھا کہ اس کی نظیر ہمیں تاریخ عالم میں نہیں ملتی ہے۔ عید کے دن کچھ بچیاں کھیل رہی تھیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں روکنے کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: **وعهن يا ابابكر فانها أيام عيد لتعلم اليهود ان ديننا فسحة انى ارسلت بحنيفية سمحة** (۱۰۴) ''اے ابوبکر! انہیں چھوڑ دو یہ عید کے دن ہیں تا کہ یہودیوں کو معلوم ہو جائے کہ ہمارا دین گنجائش والا دین ہے، کیونکہ مجھے ایسی شریعت دے کر بھیجا گیا ہے جو افراط و تفریط سے یکسو اور آسان تر ہے۔ عثمانیوں کے عہد میں جس فرقے نے سب سے زیادہ مزے اڑائے، وہ یہودی تھے، ہر عیسائی ملک میں یہودی دھتکارے جاتے تھے، ہسپانیہ میں جب آخری مسلم حکومت غرناطہ کا خاتمہ ۱۴۹۲ء میں ہوا تو یہودیدوں پر بھی ہسپانوی عیسائیوں کا اعتاب نازل ہوا، اس عتاب سے بچنے کے لئے انہوں نے بظاہر دین عیسوی اختیار کر لیا، لیکن جب قسطنطنیہ سلطان محمد فاتح نے فتح کیا تو یہودیوں کو مراعات دینا شروع کیں اس کا چرچا ہسپانیہ تک پہنچا، وہ تمام یہودی جو بظاہر عیسائی ہو گئے تھے، مملکت عثمانیہ پہنچے، سلطان محمد فاتح نے یہودیوں کو قسطنطنیہ میں بسایا اور اس قوم کو بھی ایک علیحدہ ملت کا درجہ دیا، ان کے بڑے ربی کو ''حاخم باشی'' مقرر کیا، یہاں قسطنطنیہ میں یہودی ترکوں کے ایسے منہ لگ گئے کہ ان کے ''حاخم باشی'' کا رتبہ بطریق اعظم سے بھی اعلیٰ کر دیا گیا، اس عہدے دار کا درجہ صرف شیخ الاسلام کے بعد تھا، بازنطینیوں نے بھی ایسا حسن سلوک یہودیوں سے کبھی نہ کیا تھا، سلاطین عثمانیہ کے طبیب خاص اکثر یہودی ہوتے، اندلسی مسلمانوں کی طرح اندلسی یہودیوں نے بھی ترکوں کو فنون سکھائے، یہودیوں میں بھی کئی فرقے تھے جن میں سے ایک قرائطی نامی کے عقائد حنفی عقائدے ملتے جلتے تھے، مملکت عثمانیہ میں پہنچ کر اندلسی یہودیوں نے عیسائی مذہب کو خیر باد کہا، یہ تمام پناہ گزین قسطنطنیہ کے علاوہ سالونیکا اور ادریا

نپل میں بھی آباد ہوئے، اناطولیہ میں یہ لوگ بروسا، اماسیہ اور توقات کے شہروں میں بسے، یورپ کے کسی ملک میں یہودیوں کی تعداد اتنی نہ تھی جتنی کہ تنہا قسطنطنیہ میں تھی، شہر سالونیکا میں تو یہودیوں کو اکثریت حاصل ہوگئی، مسلمانوں نے یہودیوں کو مختلف صنعتی اصناف میں بھی داخل کیا کیونکہ یہودی اسلحہ سازی کے ماہر تھے، یہ لوگ یورپ کی مختلف زبانیں بھی جانتے تھے، اس لئے ان کو مترجم بھی مقرر کیا گیا، سلطان سلیمان عالی شان کے عہد میں اعلیٰ یہودی ربی کو "کاحیہ" کا رتبہ عطا ہوا اور اس کاحیہ کے ذریعے یہودیوں کو سلطان تک رسائی ہوئی۔(۱۰۵)

عیسائیوں کے ساتھ اتحاد کی کوشش

عیسائی مذہب کے بہت سے بنیادی عقائد میں اسلام سے حیرت انگیز حد تک مماثلت پائی جاتی ہے جبکہ انہیں عقائد میں یہودیت اور عیسائیت کے نظریات میں زمین و آسمان کا فرق ہے، عیسائی بھائیوں کو دعوتِ فکر دینا مقصد ہے کہ وہ غیر جانبدارانہ انداز میں غور و فکر کریں کہ ان کے عقیدے سے قریب ترین کون ہے، یہودی یا مسلمان؟

سب سے پہلے ولادتِ مسیح کا مسئلہ لیجئے، عیسائیوں کا ایمان ہے کہ مسیح کی ولادت کنواری مریم سلام علیہا سے بن باپ کے ہوئی، یہی مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی ولادت بغیر باپ کے اللہ تعالیٰ کے خصوصی "کلمہ کُن" سے ہوئی،(۱۰۶) تو ہمارا عقیدہ عیسائیوں سے قریب تر ہے جبکہ یہودی تو سیدہ مریم سلام علیہا پر بدکاری کی تہمت لگاتے ہیں اور حضرت مسیح علیہ السلام کو (معاذ اللہ) ولد الزنا قرار دیتے ہیں، ان کی جرأتوں کا یہ عالم ہے کہ انہوں نے امریکہ میں Son of Man کے نام سے ایک فلم بنائی جس میں واشگاف الفاظ میں کہا گیا یہ

Jesus is not son of god, he was son of man he was not born without any father, he had a father.

یہ پوری فلم گویا "جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے" کی عملی مصداق ہے، انہوں نے عیسائیت، خاص طور پر پروٹسٹنٹ عیسائیت کو جس طور پر فتح کیا ہے اس کا اس سے بڑا مظہر اور کیا ہوگا کہ اس کے گھر میں بیٹھ کر یہ باتیں کہہ رہے ہیں اور ان کے خداوند یسوع مسیح کو گالی دے رہے ہیں کہ وہ حرامی تھا۔

(معاذ اللہ) پھر جناب مسیح علیہ السلام کی شخصیت کو لیجئے، یہود کے نزدیک وہ مرتد، کافر، جادوگر اور واجب القتل تھا، اس موقف میں انہوں نے آج تک کوئی ترمیم نہیں کی، اگر آج کے یہودی اس سے اعلانِ برأت کر لیتے تو بات اور تھی، اس صورت میں کہا جا سکتا تھا کہ اب ان کی ان نسلوں کو تو بہر حال ان کے اسلاف کے جرائم کی سزا نہیں دی جانی چاہئے، لیکن ان کا موقف بھی بالکل وہی ہے، یہ علماء یہود کا فتویٰ ہے، اس کے برعکس مسلمانوں کے نزدیک وہ اللہ کے رسول ہیں، قرآن مجید نے خود حضرت مسیح علیہ السلام کی زبانی آنجنابؑ کی کیا خوبصورت مدح بیان کی ہے "اور سلام ہے مجھ پر جس روز میں پیدا ہوا اور جس روز میں مروں اور جس روز زندہ کر کے اٹھایا جاؤں، یہ ہے عیسیٰؑ ابن مریم" حضرت مسیح علیہ السلام نے جبکہ وہ ابھی گود ہی میں تھے، لوگوں سے یہ گفتگو کی تھی یہ مسلمانوں کا بھی عقیدہ ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام کے پیروکاروں کا بھی حضرت مسیح علیہ السلام کے عظیم ترین معجزات کو ہم بھی مانتے ہیں، وہ بھی مانتے ہیں، اس کے برعکس یہودی آپؑ کے معجزات کو جادوگری قرار دیتے ہیں، لہٰذا مسیحیوں کو سوچنا چاہئے، غور کرنا چاہئے دوست اور دشمن کو پہچاننا چاہئے۔(۱۰۷)

ابن الجوزی کا بیان ہے کہ آں حضرت ﷺ سات سال کے تھے کہ آپ ﷺ کی آنکھوں میں کوئی تکلیف پیدا ہوئی، قبل از اسلام کا مکہ طب میں جزیرۃ العرب کا سب سے بڑا مرکز تھا، اس کی شہادت اس سے ملتی ہے کہ عربی میں اطباء کی سیرت کی جو لغات ہیں، ان میں ایک ایسے طبیب کا ذکر ہے جس نے صحت وصفائی پر ایک کتاب تالیف کی تھی، لیکن اس کے باوجود مکہ کی طبی امداد آں حضرت ﷺ کو کوئی فائدہ پہنچا سکی، آپ کے دادا عبد المطلب آپ کو ایک عیسائی راہب کے پاس لے گئے جو عکاظ کے قریب ایک خانقاہ میں رہتا تھا، اس عیسائی "ڈاکٹر" کے علاج سے آپ کی صحت ہوگئی، اس آیت کریمہ سے عیسائی راہبوں اور درویشوں کے ساتھ آغاز اسلام کے جذبات و خیالات پر کافی روشنی پڑتی ہے، قرآن مجید میں ہے: "اور تحقیق تو پائے گا ان لوگوں کو زیادہ میلان رکھنے والا دوستی کا ایمان والوں کے ساتھ، جو کہتے ہیں ہم عیسائی ہیں، یہ اس لئے کہ ان میں پجاری اور راہب ہیں اور وہ غرور سے سرشار نہیں ہیں"۔(۱۰۸)

آنحضرت ﷺ کی حیات مبارکہ کا پینتالیسواں سال تھا، آپ قوم کی اصلاح کی دل وجان سے کوشش کررہے تھے اور کفروشرک اور دوسرے معاشرتی مفاسد سے اسے پاک کرنے کیلئے توحید کا اعلیٰ تصور پیش کررہے تھے، مگر صورتِ حالات کچھ بہتر نہ تھے، مخالفت یومافیوماً شدت اختیار کرتی جارہی تھی، یہاں تک کہ جسمانی وروحانی تعذیب کی صورت میں بدل چکی تھی، نہ صرف آپ ﷺ بلکہ آپ کے پیرو بھی مبتلائے مصائب کئے جارہے تھے، جب نوبت یہاں تک پہنچی تو آپ ﷺ نے اپنے معتقدین کو ہجرت کرکے حبشہ چلے جانے کی ہدایت کی، یہ ہمسایہ ملک مدت سے مسیحیت پر قائم چلا آرہا تھا، اور شاید تہذیب وخوشحالی دونوں میں مکہ سے آگے تھا، (حبشہ کی قوت وخوشحالی کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ اس نے یمن پر حملہ کرکے اسے اپنی مملکت میں شامل کرلیا تھا، اور ہاتھیوں کی مشہور فوج بھیجی جو درکعبہ تک پہنچ گئی تھی، اور جس کے پہنچنے پر سارے اہل مکہ بھاگ کر پہاڑوں میں جاچھپے تھے، نیز یہ کہ مکہ کے تاجر اس ملک کو اپنی تجارتی منڈی سمجھتے تھے اور وہاں اپنے تجارتی قافلے لے جاتے تھے)۔ ہمارے پاس کوئی ایسی شہادت نہیں جس سے معلوم ہو کہ پیغمبر اسلام اور آپکے ہم عصر نجاشی شاہ حبشہ کے مابین کوئی ربط وتعلق تھا، تاہم زمانہ قبل از اسلام میں دربارِ نجاشی میں امرائے مکہ کی موجودگی کا پتہ چلتا ہے، بہرنوع جب آں حضرت ﷺ نے مظلوم صحابہؓ کو یہ مشورہ دیا کہ وہ ہجرت کرکے حبشہ چلے جائیں تو فرمایا "حبشہ چلے جاؤ، اس ملک میں ایک ایسا بادشاہ حکمراں ہے جو کسی پر ظلم نہیں کرتا، یہ سچائی کی سرزمین ہے، وہاں اس وقت تک رہو، جب تک خدا تمہارے لئے اس عذاب سے بچنے کی کوئی صورت پیدا نہ کردے جس میں تم مبتلا ہو۔ (۱۰۹)

اس کے علاوہ پیغمبر ﷺ نے نجاشی کے نام سفارش کا ذاتی خط لکھ کر اپنے عم زاد بھائی جعفر طیارؓ کو دیا جو مہاجرین کے پہلے قافلے میں شامل تھے، طبری کا بیان ہے کہ اس نامہ مبارک کا خاص جملہ یہ تھا کہ "میں تیرے پاس اپنے چچازاد بھائی جعفر اور دوسرے متعدد مسلمانوں کو بھیج رہا ہوں، جب وہ تیرے پاس پہنچیں تو ان کے ساتھ لطف ومہربانی کے ساتھ پیش آ" (اس انداز تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ راقم نامہ اور مکتوب الیہ میں پہلے سے ملاقات اور جان پہچان تھی) چنانچہ شاہ حبشہ نے مہاجرین سے بہت اچھا سلوک کیا، کفار مکہ نے شاہ حبشہ کے پاس دو دفعہ وفود بھیج کر کوشش کی کہ وہ

ان پناہ گزینوں کو اپنے ملک سے نکال دے، مگر آج کل کے بہت سے ''مہذب'' عیسائی ملکوں کے برعکس جو اپنے اتحادویں کے ساتھ بھی وفا نہیں کرتے، نجاشی نے دونوں مرتبہ برگشتہ بخت مسلمانوں کو ان کے حوالے کرنے سے انکار کردیا، حالانکہ نسل و مذہب دونوں کے لحاظ سے وہ بالکل مختلف تھے، اور یہی نہیں بلکہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان پناہ گزینوں کے مختلف ارکان ذکور واناث کو وقتاً فوقتاً شاہانہ عنایات و عطایا سے نوازا، صحیح بخاری میں ہے کہ یہ مسلمان مرد اور عورتیں عیسائیوں کے گرجاؤں میں بھی آزادی سے جاسکتی اور اس کی زینت وآرائش دیکھ سکتی تھیں۔

غیر مسلم، اسلام پر خون آشامی اور مجنونانہ جارحانہ جنگوں کا کیسا ہی الزام لگائیں، مگر وہ یاد رکھیں کہ حبشہ کے عیسائیوں کے بارے میں آں حضرت ﷺ کے قلب مبارک میں بڑی جگہ تھی، غور کیجئے کہ جب کچھ اہل حبشہ نجاشی کے سفیر بن کر مدینہ آئے تو اپنے خدام کو حکم دینے کے بجائے آں حضرت ﷺ نے ذاتی طور پر ان کی تواضع و مدارات کی، اور کیا آپ ﷺ نے مسلمانوں کے لئے ہمیشہ باقی رہنے والی یہ وصیت نہیں چھوڑی کہ اہل حبشہ کو ان کے حال پر چھوڑ دو، تاوقتیکہ وہ تمہارے خلاف جارحانہ کارروائی عمل میں نہ لائیں!'' عیسائی حبشہ کے خلاف کوئی جنگ نہیں، خواہ وہ (یعنی حبشہ) غیر اسلامی' ہی ہو۔

ڈاکٹر حمید اللہؒ لکھتے ہیں کہ:

جب ۸ ہجری میں مکہ پر قبضہ ہوا تو بیت اللہ کے احاطہ سے آپ ﷺ نے ان تمام بتوں کو صاف کرادیا جو وہاں بنائے گئے تھے، اس کے بعد آپ خانہ کعبہ میں داخل ہوئے، یہاں دیکھا کہ دیواروں پر متعدد روغنی تصویریں بنی ہوئی ہیں، آپ کو یہ دیکھ کر تکلیف ہوئی کہ جو گھر اللہ کی عبادت کے لئے وقف ہے، اس میں ایسی تصویریں بنی ہوئی ہیں، آپ نے حکم دیا کہ ان سب کو کھرچ دیا جائے، مگر ایک تصویر پر آپ نے نے ہاتھ کی ہتھیلی رکھ کر فرمایا، اسے چھوڑ دو، باقی سب کو صاف کردو، یہ مریم اور آپ کے بچے مسیح کی شبیہ تھی۔ (یہ روایت علمی اعتبار سے قابل تحقیق ہے)(۱۱۰)

ان مختلف واقعات سے یہ بات اچھی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ آں حضرت ﷺ کے دل میں مسیح اور مسیحوں کے ساتھ کتنی ہمدردی تھی، حالانکہ آپ نے ان کے عقائد و مراسم کی مخالفت کی

(جنہیں آپ بعد کا اضافہ سمجھتے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ عیسیٰ نے ان باتوں کی تعلیم نہیں دی)۔

۶ ہجری کے آخری ہفتوں کا واقعہ ہے کہ آپ نے اپنے بھائی عیسیٰ کی طرح اسلام کی تبلیغ کے لئے باہر وفود بھیجنے کا فیصلہ کیا، ابن ہشام اور دوسرے مستند ذرائع سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہما کو جمع کر کے فرمایا کہ میں تم میں سے کچھ لوگوں کو تبلیغ کے لئے دور کے ملکوں میں بھیجنا چاہتا ہوں، مجھے امید ہے کہ عیسیٰ کے حواریوں کی طرح تم اس میں پس و پیش نہیں کرو گے، اس کے بعد آپ ﷺ نے حواریوں کا قصہ بیان فرمایا اور کچھ صحابہؓ کو منتخب کر کے ہر ایک کو ایک ایک ملک کے لئے مقرر کیا، کام بہت مشکل اور تھا، مختلف حکمرانوں کے نام نامہ ہائے مبارک لے کر جانا تھا جن میں انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی گئی تھی، جو عیسائی بادشاہوں، شہنشاہ روم، حبشہ کے نجاشی اور مصر کے قبطی سردار وغیرہ کے یہاں بھیجے گئے، لیکن ان مشنوں میں سے ایک کا تعلق ہم سے براہ راست ہے، آپ ﷺ نے ایک مکتوب بصریٰ (فلسطین) کے بازنطینی گورنر کے نام روانہ فرمایا، جس وقت آپ کا سفیر، شرجبیل بن عمرو کے علاقہ سے گزر رہا تھا جو بازنطینی شہنشاہ کے زیر حمایت غسانی قبیلہ کا سردار تھا تو اس (یعنی شرجبیل) نے اسے گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ یہ قتل بین الاقوامی قواعد کی انتہائی سنگین خلاف ورزی تھی، اس پر مستزاد یہ کہ بازنطینی شہنشاہ نے اصلاح احوال اور تلافی مافات سے انکار کر دیا اور مجرم کی، جو مذہبا عیسائی تھا، پشت پناہی کی، اوائل ۸ ہجری میں آپ نے مجرم کی سرزنش کے لئے تین ہزار فوج روانہ کی، موتہ کے مقام پر پہنچ کر معلوم ہوا کہ شہنشاہ نے ایک لاکھ سے زیادہ فوج بھیجی ہے، مگر تعداد کے اس تفاوت کے باوجود مسلمان پیچھے نہیں ہٹے، انہوں نے حملہ کیا، فوج کا سردار اور اس کے ماتحت دوسرے اور تیسرے سردار کام آئے، (دوسرے درجہ کے سردار آپ کے چچا زاد بھائی جعفر طیارؓ تھے، جو حبشہ سے واپس آگئے تھے)، مگر اس کے باوجود مسلمان ہراساں نہیں ہوئے، انہوں نے اپنے طور پر خالدؓ بن ولید کو کمانڈر منتخب کر کے جنگ جاری رکھی، جب خالدؓ نے مدینہ کی واپسی کا فیصلہ کیا تو دشمن کی کافی گوشمالی کی جا چکی تھی، یہاں تک کہ اس نے پسپا ہونے والے اسلامی لشکر کا تعاقب کرنے کی جرأت نہیں کی۔

دوسرے سال آنحضرت ﷺ خود ایک زبردست فوج لے کر روانہ ہوئے، اس کی تعداد تیس ہزار تھی، مدینہ سے چل کر آپ ﷺ نے تبوک میں قیام فرمایا اور ہرقل کو دوسرا خط روانہ کیا، اس خط کا مضمون تاریخ کی کتابوں میں محفوظ ہے، آپ ﷺ نے اسے دعوت دی کہ اسلام قبول کر یا خراج ادا کرو، اور کم سے کم اپنے ملک میں لوگوں کو ضمیر کی آزادی دے تاکہ جو کوئی اسلام قبول کرنا چاہے، سلامتی کے ساتھ کر سکے، مشہور محدث ابو عبید اپنی ''کتاب الاموال'' میں لکھتے ہیں کہ شہنشاہ نے آپ ﷺ کے پاس بطور تحفہ سونے کے کچھ سکے بھیجے، لیکن اس کے ساتھ ٹال مٹول کا جو خط روانہ کیا، اس سے آپ ﷺ نے یہ نتیجہ نکالا کہ اسے صلح منظور نہیں، لہٰذا آپ نے حکم دیا کہ اس تحفہ کو مال غنیمت سمجھا جائے، دوستانہ تحفہ نہ سمجھا جائے، اس کے فوراً ہی بعد شہنشاہ نے اپنے وہاں کے گورنر کو موت کے گھاٹ اتار دیا، اس کا جرم صرف یہ تھا کہ وہ ایمان لے آیا تھا، اور اس کی اطلاع اس نے آنحضرت ﷺ کو دے دی تھی۔ (عرب تاریخ میں اس شہید گورنر فروہ کی خط و کتابت محفوظ ہے)

اس واقعہ نے گفت و شنید اور باہمی تعلقات سے تصفیہ کے تمام امکانات کا خاتمہ کر دیا، حتی کہ ایک غسانی سردار نے مدینہ پر چڑھائی کرنے کے لئے ایک فوج بھی تیار کی، مگر یہ منصوبہ پورا نہیں ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی علالت کے چند روز بعد بستر مرگ سے اسامہؓ کے ماتحت ایک اور فوج روانہ کرنے کا حکم دیا تاکہ وہ مسلم سفیر کے قاتل کے ملک پر حملہ کرے، اس کے بعد جوابی کارروائیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا، اور چند ماہ بعد خلیفہ ابو بکرؓ نے سلطنتِ روم کے خلاف کھلی جنگ کا اعلان کر دیا، اس کے واقعات مشہور ہیں، عربوں کی حیرت انگیز فتوحات تاریخ میں بے مثل ہیں، اس کے بعد صلیبی لڑائیوں اور دوسری جنگوں کی وجہ سے اسلام و عیسائیت کے روابط اب تک غیر فیصل شدہ ہیں، خدا ہی جانتا ہے کہ انسان جنگ و پیکار کے بے سود پن کو کب سمجھے گا۔ (۱۱۱)

ہندوؤں کے ساتھ اتحاد کی کوشش

ہندو دنیا کی سب سے پہلی شریعت والی قوم ہیں، (ان کے بیان کے مطابق) اور مسلم، آخری شریعت والی قوم اور ان دونوں کو حکمتِ الٰہی نے ایک ملک ہندوستان میں اکٹھا کر دیا ہے، ہندوستان کے تمام مندر اور مسجد شرقاً غرباً یعنی قبلہ رد تعمیر ہوئے ہیں، ڈیو بائس اپنی کتاب میں لکھتا

ہے کہ ’’بڑے بڑے منادر کا طرز تعمیر اور ڈھانچہ خواہ وہ نئے ہوں یا پرانے ہر جگہ بالکل ایک اور یکساں ہے، داخلے کا صدر دروازہ پورب کی سمت میں کھلتا ہے، اور یہ ایک ایسی نوعیت ہے جس کا پورا لحاظ ان کے تمام منادر اور معابد میں کیا گیا ہے، چاہے وہ بڑے ہوں یا چھوٹے‘‘۔(۱۱۲)

مسلمانوں کو تو مسجدوں کی سمت تعمیر کی وجہ معلوم ہے لیکن ہندو نہیں جانتے کہ انہوں نے کیوں اپنے مندر قبلہ رو تعمیر کئے ہیں، مختلف لوگ مختلف توجیہات کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن صحیح علم کسی کو نہیں ہے، کہیں یہ ان کے کعبہ سے دیرینہ تعلق کی بناء پر تو نہیں ہے، جسے آج وہ بھول گئے ہیں اور اب خالی رواج باقی رہ گیا ہے اور حقیقت کھو گئی ہے؟ ہندوؤں کی چتا کا رخ شمالاً جنوباً ہوتا ہے اور یہی مسلمانوں کی قبروں کا رخ ہے۔

❁ مسلمان حج وعمرہ کے موقع پر کعبہ کے ساتھ طواف کرتے ہیں ہندو شادی بیاہ کے موقع پر اگنی کے سات پھیرے لے کر عہد کرتے ہیں، ☆ مسلمان حج کے موقع پر جو لباس (احرام) پہنتے ہیں وہ دو عدد بغیر سلی چادروں پر مشتمل ہوتا ہے، ایک تہہ بند کے طور پر بندھی اور دوسری اوپر اوڑھی لی جاتی ہے، ہندو تیرتھ کے موقع پر ہزاروں سال پہلے ہی سے یہی لباس زیب تن کرتے چلے آرہے ہیں بلکہ یہ لباس ان کے یہاں اتنا مقدس مانا گیا ہے کہ اس کی بدلی ہوئی شکل عام زندگیوں میں مردوں نے دھوتی اور عورتوں نے ساڑھی کی شکل میں اپنا لی ہے۔

❁ حج وعمرہ کے موقع پر مسلمانوں کے لئے بال کتروانا لازم اور منڈانا افضل قرار دیا گیا ہے، ہندو ہزاروں سال قبل سے ہی تیرتھ کے موقع پر اپنے سر منڈواتے چلے آرہے ہیں، ☆ مسلمان حج یا عمرہ کے موقع پر جب حالت احرام میں ہوتے ہیں تو ان کے مردوں کو جوتے یا ایسے چپل پہننے کی اجازت نہیں ہوتی جس سے پاؤں کا اوپری حصہ ڈھک جائے موجودہ دور میں ہوائی چپل اس مقصد کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں تاکہ چلنے میں دشواری بھی پیش نہ آئے اور پاؤں کے اوپری حصے پر صرف دو پتلی پٹیاں رہیں، ہندو ہمیشہ سے تیرتھ کے موقع پر لکڑی کی ایسی کھڑاؤں پہنتے آرہے ہیں جن کے اوپر کوئی پٹی نہیں ہوتی بلکہ صرف لکڑی کا کھونٹی نما انگوٹھا ہوتا ہے۔

✿ مسلمان عقیقے کے موقع پر بچے کا نام رکھتے ہیں اور اس کا سر مونڈتے ہیں، ہندو پہلے ہی سے نام کرن سنسکار (بچے کا نام رکھنے کی مذہبی رسم) کے موقع پر اپنے بچوں کا سر مونڈتے آرہے ہیں۔

کیا آپ یہ تصور بھی کر سکتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے یہ رسومات چودہ سو سال پہلے ہندو مت سے مستعار لی تھیں (نعوذ باللہ) حقیقت یہ ہے کہ اس قوم کا کعبہ سے دیرینہ تعلق ہے اور یہ دنیا کی واحد مذہبی قوم ہے جس نے اپنی روایات کو خرافات کی شکل میں بھی باقی رکھا ہے، اگر حضرت نوحؑ نے اپنی قوم کو کعبہ کے تعلق سے یہ رسومات دی تھیں تو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ نے بھی یقیناً اپنی قوموں کو دی ہوں گی، وقت کے لمبے سفر میں اصل حقیقت کعبہ گم ہوگئی جس کے بعد دیگر قوموں نے تو ان ظاہری رسومات کو بھی کھو دیا، لیکن اس قوم نے رسومات کو کسی نہ کسی شکل میں باقی رکھا، اس طرز کی سیکڑوں مثالیں ہیں جنھیں طوالت کی وجہ سے یہاں پیش نہیں کر رہی ہوں، لیکن یہ سمجھ لیں کہ یہ اس قوم کی ایک بہت قیمتی صفت ہے، اگر ان کی گم شدہ حقیقتیں کسی طرح انہیں واپس دی جاسکیں تو دوسری تمام قوموں کے مقابلے میں ہندو قوم کا اسلام کو سمجھ سکنا سب سے آسان ہے، حقیقت فراموش ہو کر روایات باقی رہ جانے والی خرابی مسلمان قوم میں بھی پیدا ہو چکی ہے، جسے محسوس کر کے علامہ اقبالؒ نے کہا تھا:

یہ اُمت خرافات میں کھو گئی
حقیقت روایات میں کھو گئی

خلاصہ کلام

مذاہب دنیا میں لوگوں کو جوڑتے اور ملانے آئے ان میں تفریق پیدا کرنا نہیں، یہی وجہ ہے جب تفریق ہوئی فوراً اللہ کی جانب سے کوئی نبی مبعوث ہوگیا، تمام انبیاء کے اوصاف یکساں تھے تعلیمات یکساں تھیں بلکہ ہر نبی پچھلی تعلیمات کی تکمیل اور بگڑی ہوئی تعلیمات کی اصلاح کے لئے آیا یہاں تک کہ نبوت کا سلسلہ آپ ﷺ پر ہمیشہ کے لئے بند ہوگیا، اس لئے کہ آپ پر جامع تعلیمات مکمل ہوگئیں۔

بقول مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں   تیرے کمال کسی میں نہیں مگر دو چار
تو فخر کون و مکاں زبدہ زمین و زماں   امیر لشکر پیغمبراں شہ ابرار
بوئے گل ہے اگر مثل گل ہیں اور نبی   تو نور شمس گر اور انبیاء ہیں شمس و نہار

تجاویز

ضرورت اس بات کی ہے مذکورہ آیت سے جو اصول معلوم ہوتا ہے یعنی مشترکہ مسائل پر ایک موقف اختیار کرنا اسے عام کیا جائے اور یہ کام سیاسی بنیادوں پر نام کام رکھا ہے اب اس کا آغاز مذہبی بنیادوں پر ہونا چاہئے اور مذہبی افراد کو آگے آکر اس کا آغاز کرنا چاہئے۔

- سب سے پہلے خود مسلمانوں میں جو فرقہ واریت ہے اس کا خاتمہ تو ممکن نہیں اس کی شدت کو کم کرنے کے لئے مشترکہ مسائل پر اتفاق کرنا چاہئے متنازعہ افکار و خیالات سے پرہیز کرنا چاہئے۔ فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں کیا زمانہ میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں۔
- اقوام عالم میں جتنے مذاہب ہیں ان کے بانیان کا احترام کیا جانا چاہئے اور تہذیب و اخلاق کے دائرہ میں جدال ہونا چاہئے گستاخی رسول کسی بھی رسول کی ہو اسکی حوصلہ شکنی ہونی چاہئے۔
- تمام مذاہب کا احترام کیا جانا ہے مذہبی بنیادوں پر کسی کے ساتھ زیادتی نہیں ہونی چاہئے۔
- عقائد و مسائل مشترکہ توحید، آخرت، احترام انسانیت، خدمت خلق، قیدیوں سے حسن سلوک، انصاف کا حصول سب کے لئے، سود کی ممانعت، منشیات و دہشت گردی کے خاتمہ کے حوالہ سے مشترکہ مکالمہ سیمینار و کانفرنس کا انعقاد کر کے باہم مکالمہ کو وسعت دینا چاہئے تا کہ لوگ مذہب سے اور مذہبی لوگوں سے محبت کریں اور دنیا میں امن قائم ہو۔
- عوام کو جانی، مالی، نقصان اور خوف و نفرت سے نجات حاصل ہو۔

✿ باہمی محبت رواداری اور امن کو فروغ حاصل ہو اسی پر میں اپنا مقالہ اس پیغام کے ساتھ مکمل کرتی ہوں۔

وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل
جس نے غبار راہ کو بخشا فروغ وادی سینا

نگاہ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں زماں وہی یٰسین وطٰہٰ وہی

محمد ﷺ کی غلامی ہے سند آزادی ہونے کی
خدا کے دامن توحید میں آباد ہونے کی

محمد ﷺ کی غلامی دین حق کی شرط اوّل ہے
کسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

حواشی وحوالہ جات

۱۔ سورۃ الاحزاب:۲۱
۲ انسان کی بہترین ہیئت ظاہری و باطنی کے ساتھ پیدا کیا ہے۔(سورۃ التین ۹۵/۴)
۳۔ سورۃ الحجرات:۱۵/۱۹،اسی بات کو دوسری جگہ بیان کیا،سورۂ ص ۳۸/۷۲،
۴۔ آل عمران:۶۴
۵۔ ڈاکٹر تاہی/ص۵۱،۵۲
۶۔ الانعام:۱۵۱
۷۔ الاسراء:۱۰۱
۸۔ احکام القرآن/ج۳،ص۱۲۱۴

۹۔ سورۃ الاعراف:۱۵۸

۱۰۔ سورۃ سبا:۲۸

۱۱۔ سورۃ التوبہ:۳۳

۱۲۔ اسلام اور مغرب/ڈاکٹر محمد سد/مترجم: محمد جبل/نفیس اکیڈمی ۲۰۰۵/ص ۴۰

۱۳۔ لسان العرب/المجلد الثالث عشر، بذیل مادہ، ص ۱۶۹، ۱۷۱،

۱۴۔ سورۃ الشوریٰ:۱۳

۱۵۔ سورۃ المائدہ:۴۸

۱۶۔ التفسیر المظہری/العلامۃ قاضی ثناء اللہ پانی پتی/الجزء الثامن/بلوچستان بک ڈپو، کوئٹہ/ص ۶۳،

۱۷۔ الجامع لأحکام القرآن لابی/عبد اللہ محمد بن احمد لانصاری/القرطبی، الجزء السادس عشر/المطبعۃ دار الکتب المصریۃ، القاہرۃ ۱۳۶۶ھ (۱۹۴۷م)/ص ۱۰ اور ۱۱،

۱۸۔ ۱۸۔التفسیر الکبیر/للامام فخر الدین الرازی/الجزء السابع و، ☆العشرون/الطبعۃ الاولی، التزام/عبد الرحمان محمد عیدان/الجامعۃ الازہر بمصر/ص ۱۵۶۔۱۵۷،

۱۹۔ الصحیح للامام البخاری/المجلد الاول/نور محمد اصح المطابع و کارخانہ تجارت کتب، آرام باغ، کراچی/مطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۱ھ (۱۹۶۱م)/ص ۴۹۰

۲۰۔ جامع الترمذی مع شرح تحفۃ الاحوذی/نور محمد کارخانہ، کراچی ۱۹۶۱ء/ص ۲۹۰

۲۱۔ امام راغب اصفہانی/مفردات القرآن بذیل مادہ

۲۲۔ لقمان:۳۱

۲۳۔ ۱۷:۱۱۰

۲۴۔ سورۃ الاعراف/۱۸۰:۷، سورۃ طٰہٰ/۸:۲۰، سورۃ الحشر/۲۴۔۲۳ ۵۹:

۲۵۔ مذاہب عالم میں تصور خدا/ڈاکٹر ذاکر نائیک/مترجم امتیاز احمد/دار النوادر، لاہور ۲۰۰۵ء/ص ۳۸۔۳۹

۲۶۔ اگر اب بھی نہ جاگے تو/شمس نوید عثمانی/روشنی پبلشنگ ہاؤس رامپور ۱۹۸۹ء/ص ۱۱۶

۲۷۔ مولانا نورالحق علوی/ الفرقان، شان ولی اللہ نمبر ۱۹۴۱ء/ص ۳۳۲
۲۸۔ ترجمان القرآن، جلد اول/ص ۲۴۷، مطبوعہ ساہتیہ اکاڈمی، دہلی
۲۹۔ گیتا اور قرآن/ پنڈت سندر لال/ انگریزی ترجمہ: سید اسد اللہ صاحب/ مطبوعہ، انڈو مڈل ایسٹ کلچر اسٹڈیز، حیدر آباد، دکن/ص ۵
۳۰۔ مصابیح الاسلام/ص ۱۴۔۱۵
۳۱۔ اگر اب بھی نہ جاگے تو/ مولانا شمس نوید عثمانی/ ۱۱۸
۳۲۔ ماہنامہ دعوۃ، اسلام آباد، اگست ۲۰۰۴ء/ص ۱۷
۳۳۔ ایضاً/ص ۱۸
۳۴۔ کتاب مقدس/ ثنائیہ/ ۴:۴۳
۳۵۔ کتاب مقدس: عیسائیہ/ ۱۱:۴۳
۳۶۔ کتاب مقدس: عیسائیہ/ ۹:۴۶
۳۷۔ کتاب مقدس: خروج/ ۵۔۳:۲۰
۳۸۔ کتاب مقدس: ثنائیہ: ۹۔۷:۵

39. (Gesusthe man by Barbara, Pub Corgi Books

۴۰۔ یوحنا/ ۲۸:۱۴
۴۱۔ یوحنا/ ۲۹:۱۰
۴۲۔ متی/ ۲۸:۲۱
۴۳۔ لوقا/ ۲۰:۱۱
۴۴۔ انجیل/ متی/ ۲۰۔۱۷:۵
۴۵۔ انجیل، یوحنا/ ۲۴:۱۴
۴۶۔ انجیل، یوحنا: ۳:۱۷
۴۷۔ یسعایاہ/ ۴۴:۶
۴۸۔ استثناء/ ۴:۳۹

۴۹۔ زبور/۸۶:۸تا۱۰
۵۰۔ استثناء/۴:۳۵
۵۱۔ سموئیل/۲:۲
۵۲۔ یسعیاہ/۴۴:۲۴
۵۳۔ استثناء/۴:۱۳،۱۴
۵۴۔ مرقس/۱۲:۳۰تا۳۲
۵۵۔ یوحنا/۱۷:۳
۵۶۔ یوحنا/۱۱:۳۹
۵۷۔ سموئیل/۱۵:۲۹
۵۸۔ زبور/۱۱:۴
۵۹۔ دانی ایل/۴:۳۴
۶۰۔ خروج/۳۳:۲۰
۶۱۔ مرقس/۱۰:۱۸
۶۲۔ لوقا/۲۳:۴۶
۶۳۔ بھگود گیتا/باب ۷، شعر ۲۰
۶۴۔ سویت سواترا، اپنشد/۲۰:۴
۶۵۔ یجروید/۳:۳۲
۶۶۔ یجروید/دیوی چند ایم اے فلسفہ/صفحہ ۳۷۷
۶۷۔ ۸:۴۰
۶۸۔ یجروید/دیوی چند/ص ۳۷۷
۶۹۔ یجروید/۹:۴۰
۷۰۔ یجروید/۱۶:۴۰
۷۱۔ اتھروا وید/۳:۵۸،۲۰

۷۲۔ رگ وید/۶/۴۶:۱۶۴
۷۳۔ ۔رگ وید/۱۰۔۱۲۱،۳،
۷۴۔ رگ وید/۱۰۔۱۲۱،۵،
۷۵۔ یجروید/۳۲،۳،
۷۶۔ یجروید/۴۰۔۹،
۷۷۔ رگ وید/۸۔۱،۱،
۷۸۔ رگ وید/۶۔۴۵۔۱۶؛
۷۹۔ اتھروید۲۔۲۔۲،
۸۰۔ رگ وید/۱۰۔۱۲۱۔۱
۸۱۔ رگ وید/۲۔۱۔۳،
۸۲۔ رگ وید/۲۔۱۔۴۰،
۸۳۔ رگ وید/۲۔۱۔۶،
۸۴۔ رگ وید/۲۔۱۔۷،
۸۵۔ رگ وید/۲۔۱۔۱۱،
۸۶۔ رگ وید/۱۰۔۱۱۴۔۵
۸۷۔ یہ ہے ہندو کلچر/سید تنظیم حسین/انجمن اشاعت قرآن عظیم،کراچی/۴۔۶
۸۸۔ ماہنامہ دعوۃ،اسلام آباد جنوری ۲۰۰۴ء/ص ۲۸
۸۹۔ مذاہب عالم میں تصور خدا/ڈاکٹر ذاکر نائک/ص ۱۹
۹۰۔ سینا/۷:۳۱ اور ۱۱،سینا/۷:۴۴،سینا/۱۱،۵۰،سینا/۷:۵۱
۹۱۔ سینا/۱۱:۳۳،سینا/۶:۴۵
۹۲۔ سینا/۱۱:۳۳،سینا/۳:۴۸
۹۳۔ سینا/۱۵،۱۳،۱۱،۹،۷،۵،۴،۳۴:۴)(سینا/۲:۴۴،سینا/۵:۴۵،سینا/۹:۴۶،سینا/۳:۴۸
۹۴۔ مطالعہ مذاہب/ڈاکٹر محسن عثمانی ندوی/مجلس نشریات اسلام کراچی ۱۹۹۹ء/ص ۶۹

۹۵۔ ایضاً/ص ۶۹۔۷۰

۹۶۔ ایضاً/ص ۷۶۔۷۷

۹۷۔ ایضاً/ص ۱۰۸۔۱۰۹

۹۸۔ مذاہب عالم میں تصور خدا/ڈاکٹر ذاکر نائک/ص ۱۶۔۱۷

۹۹۔ گرونانک بانی۔ بھائی جودھ سنگھ/مترجم: محمود جالندھری/نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا ۱۹۷۴ء/ ص ۱۴،۱۵

۱۰۰۔ ایضاً/ص ۱۶۔۱۷

۱۰۱۔ رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی/ڈاکٹر حمید اللہ/دارالاشاعت، کراچی/ص ۱۳۲

۱۰۲۔ رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی/دارالاشاعت، کراچی/ص ۱۶۲

۱۰۳۔ صحیح بخاری/کتاب الجنائز، باب من قام بجنازہ یہودی

۱۰۴۔ کنزل العمال/ج ۱۵، ص ۲۱۴، ☆ مسند احمد الامام احمد/ج ۶، ص ۱۱۶

۱۰۵۔ سہ ماہی عالم اسلام اور عیسائیت نومبر ۱۹۹۶ء/ص ۷

۱۰۶۔ سورۃ النساء: ۱۷۱

۱۰۷۔ سہ ماہی رپورٹ ۲۰۰۴ء/البلاغ فاؤنڈیشن، لاہور/ص ۱۳

۱۰۸۔ المائدہ: ۸۲

۱۰۹۔ ابن ہشام/ص ۲۰۸

۱۱۰۔ سہ ماہی عالم اسلام اور عیسائیت، جولائی ۱۹۹۸ء/مقالہ: ڈاکٹر حمید اللہ/

۱۱۱۔ عالم اسلام اور عیسائیت، جولائی ستمبر ۱۹۹۸ء/مقالہ: ڈاکٹر حمید اللہ/ص ۱۰۔۱۴

112. indu Manners, Customs & Ceremonies, By A.J.A. Dubois, p579)